سہ ماہی دائرہ

آن لائن

دائرہ

سہ ماہی

جون، جولائی، اگست ۲۰۱۶

سہ ماہی

دائرہ

آن لائن

نذر حافی، ساجد مطہری، ساجد گوندل،

سجاد مستوئی، قمر پاکستانی، مسلم عباس

ایس ایم شاہ، ساجد توقیر، صابر حافی

دائرہ 3

مجلے کا محرّر سے اتفاقِ نظر ضروری نہیں

دائرہ ---

ایک ایسے شہر کی کہانی جہاں کے لوگ دائرے سے باہر ایک قدم بھی نہیں رکھتے---دو قدم تو بڑی بات ہے---

لاہوری ناشتہ اور ادبی بیٹھک ---

مستنصر حسین تارڑ کو پہلی بار یوم ایم ٹی کے زیر اہتمام ادبی بیٹھک میں دیکھا تو چاچا جی کی بجائے دادا جی کا گماں ہونے لگا بڑھاپے کی تمام خصوصیات نے ان کو گھیرے میں لیا ہوا تھا---

ایک جلوس کا آنکھوں دیکھا حال ---

ایک ایسے جلوس کی روداد جس نے بچپن میں ہی میرا نکاح توڑ دیا،برسوں بعد میں نے کہا مولوی صاحب میرا نکاح تو بچپن میں ہی ٹوٹ گیا تھا آپ کا نکاح کب---؟!

مجھے سرزمین حرم سے پیار ہے---

موسمِ حج میں سانحہ منیٰ کے عنوان سے عین بیت اللہ میں جو دلخراش حادثہ پیش آیا،اس نے پورے جہانِ اسلام کو غمگین اور افسردہ کر دیا ہے۔اس سانحے کا ذمہ دار کون ہے!؟

تکفیریت ایک علمی بحث ---

تکفیر کا آغاز کب ہوا!؟ تکفیری کسے کہتے ہیں!؟ تکفیریوں کے بارے میں وہ سارے حقائق جو ہر مسلمان جاننا چاہتا ہے---

امجد صابری کا قتل ضروری تھا---

امجد صابری کو کیوں قتل کیا گیا؟ مارنے والے کون لوگ ہیں؟ قاتل کس عقیدے کے حامل تھے---

کاش مجھے معلوم ہوتا---

زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ایک خاتون کی زندگی میں آنے والا انقلاب ایک خاتون کے قلم سے

دماغ خوری۔۔۔

یہ ایک ایسا مرض ہے جو معاشرے کو لاحق نہیں بلکہ اپنے آپ کو معاشرتی طبیب اور حکیم الامت کہنے والوں کو لاحق ہے۔۔۔

دہرنے اور بھوک ہڑتال

عقل، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس کے ذریعے اچھائی اور برائی میں تمیز اور انسانی فطرت میں موجود مختلف غریزوں اور قوا کے درمیان اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ اگر قوہ غضبیہ میں افراط ہو جائے تو شخص فرعون، نمرود، یزید، حجاج، ہلاکو خان اور ہٹلر بن جاتا ہے اور اگر۔۔۔

ہمارے دانشمند۔۔۔

روز مرّہ کے مسائل کے بارے میں بالکل نہیں لکھنا چاہیے اس سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے ہیں ۔۔۔

دادی اماں۔۔۔

اللہ تعالی کی ایک بڑی نعمت خاندان کے بزرگ ہیں، اپنے بڑوں کی قدر کیجئے اور اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیجئے۔۔۔

ایک دادی اماں کی کچھ یادیں اور کچھ باتیں۔۔۔

یومِ آزادی۔۔۔

تمام پاکستانیوں کو یومِ آزادی مبارک ہو، ہم نے یہ ملک کس لئے حاصل کیا تھا، ابھی ہم سب مل کر کیا کر رہے ہیں۔۔۔!؟

کیا یہی کچھ کرنے کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا۔۔۔!؟

مدیر کی ڈاک:۔

نذر حافی

nazarhaffi@gmail.com

سہ ماہی دائرہ آن لائن

جون، جولائی، اگست ۲۰۱٦

رابطہ:۔

اگر آپ

1. اس مجلے کے حوالے سے کوئی مشورہ دینا چاہتے ہیں
2. اپنی تحریر ارسال کرنا چاہتے ہیں
3. ہر تین ماہ بعد بذریعہ ای میل یہ مجلّہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فوری طور پر رابطہ کیجئے:۔

مسلم عباس

muslimpk03@gmail.com

شیر علی مہدوی

sheralimahdavi@gmail.com

توقیر ساجد

toqeersajid8@gmail.com

ساجد گوندل

sajidaligondal88@gmail.com

مختار میرجت

alimukhtar88@gmail.com

ساجد مطہری

sajedali313@gmail.com

صابر حافی

sabirhafi1272@gmail.com

ایمان، اتحاد، تنظیم

فہرست

اداریہ 5
ہماراتہذیبی ارتقا--- 8
لاہوری ناشتہ اورادبی بیٹھک 11
یومِ آزادی................ 13
کاش مجھے معلوم ہوتا....... 15
دماغ خوری 21
ایک جلوس کا آنکھوں دیکھا حال23
مجھے سر زمینِ حرم سے پیار ہے26
دھرنے اور بھوک ہڑتال... 28
امجد صابری کا قتل ضروری تھا؟!33
ہمارے دانش مند 39
دادی ماں................ 42
مٹھاس.................. 47
تکفیریت کا علمی تعارف 49
دائرہ.................... 68

سہ ماہی
دائرہ
زیر ادارت
نذر حافی
جون، جولائی، اگست
۲۰۱۶

مجلے کا محرِّر سے اتفاقِ نظر ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن:۔

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آئی تو کہنے لگا : پروردگارا تو مجھے ایک بار پھر اس دنیا میں جسے میں چھوڑ کے آیا ہوں، واپس کردے تاکہ میں اب کی دفعہ اچھے اچھے کام کروں (جواب دیا جائے گا) ہرگز نہیں! وہ صرف اپنی زبان سے ایسا کہہ رہا ہے (لیکن ایسا کرے گا نہیں) اور انکے مرنے کے بعد برزخ ہے یہاں تک کہ انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا"۔(مومنون ۱۰۰)

احادیث کی دس مشہور کتابیں

مسلمانوں کے ہاں حدیث کی دس مشہور کتابیں ہیں جن میں سے کچھ کو کتب اربعہ اور کچھ کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے:۔

کتبِ اربعہ

۱۔ الکافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی (متوفی ۳۲۹ق)۔

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ، ابو جعفر محمد بن علی بن حسن بن موسی بن بابویہ قمی، معروف بہ شیخ صدوق (۳۰۶تا۳۸۱ق)۔

۳۔ تہذیب الاحکام فی شرح المقنعہ، شیخ الطایفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ق)۔

۴۔ الاستبصار فیما اختلف من الاخبار، اس کتاب کو بھی شیخ طوسی (م ۴۶۰ق)

صحاح ستہ

۱۔ صحیح بخاری (امام بخاری)

۲۔ صحیح مسلم (امام مسلم)

۳۔ جامع ترمذی (امام ترمذی)

۴۔ سنن ابو داؤد (امام ابو داؤد)

۵۔ سنن انسائی (امام انسائی)

۶۔ سنن ابنِ ماجہ (امام ابنِ ماجہ)

اقبالیات:۔

کل ساحل دریا پہ کہا مجھ سے خضر نے
تو ڈھونڈ رہا ہے سم افرنگ کا تریاق؟
اک نکتہ مرے پاس ہے شمشیر کی مانند
برندہ و صیقل زدہ و روشن و براق
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

اداریہ

مدیر کے قلم سے

تنظیمیں۔۔۔حسد، حرکت اور تربیت

حاسد کو زندہ سمجھنا خود زندگی کے ساتھ مذاق ہے، حاسد کیا کرتا ہے؟! وہ پہلے مرحلے میں مدّمقابل جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے، جب نہیں بن پاتا تو پھر مدّمقابل کو گرانے کی سعی کرتا ہے، جب اس میں بھی ناکام ہو جاتا ہے تو پھر مدّمقابل کو مختلف حیلوں اور مفید مشوروں کے ساتھ میدان سے ہٹانے کی جدوجہد کرتا ہے، جب اس تگ و دو میں بھی ناکام ہو جائے تو پھر مدّمقابل کی غیبت اور کردار کشی پر اتر آتا ہے۔ جب کھل کر غیبت اور کردار کشی بھی نہ کرسکے تو پھر اشارے کنائے میں ہی غیبت پر گزارہ کرتا ہے۔ اگر اس سے بھی اس کے حسد کی آگ نہ ٹھنڈی ہو تو پھر وہ اس انداز سے تعریف کرتا ہے کہ جس سے اس کے ارد گرد کے لوگ غیبت کرنے میں اس کی ہمنوائی کریں۔

اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود بھی حاسد خود اپنی ہی نظروں میں شکست خوردہ اور مرا ہوا ہوتا ہے۔

جس طرح ایک شخص کو دوسرے سے حسد ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک قوم اور ایک تنظیم کو بھی بعض اوقات دوسری سے حسد ہو جاتا ہے۔

قومی اور تنظیمی حاسد بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

اربابِ دانش بخوبی جانتے ہیں کہ اقوام افراد سے اور تنظیمیں ممبران سے تشکیل پاتی ہیں۔ اقوام میں افراد کی شمولیّت کسی حد تک اجباری اور کسی حد تک اختیاری ہوتی ہے، جبکہ تنظیموں میں شمولیّت فقط اختیاری ہوتی ہے۔

اقوام میں اجباری شمولیّت کی مثال یہ ہے کہ جو شخص بھی یہودی خاندان میں متولد ہوتا ہے، وہ بہر صورت یہودی قوم کا فرد ہی متصور ہوگا۔ اب اقوام میں اختیاری شمولیت کی مثال یہ ہے کہ ایک یہودی کلمہ طیّبہ پڑھ کر اپنی سابقہ یہودی قومیّت سے دستبردار ہو جاتا ہے اور اختیاری طور پر ملت اسلامیہ کا فرد بن جاتا ہے۔

سیاسی نظریات کے مطابق تنظیمی ممبرشپ کے لئے ایسا نہیں ہوتا کہ ہر شخص جس خاندان میں پیدا ہو وہ موروثی طور پر اپنے ابا واجداد کی پارٹی کا ممبر بھی ہو۔ پارٹی کا ممبر بننے کے لئے اسے فارم پُر کرنے پڑتے ہیں اور مختلف تربیتی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس طرح ایک وقت میں ایک قوم کے اندر مختلف تنظیمیں ہو سکتی ہیں، اسی طرح ایک تنظیم کے اندر بھی مختلف اقوام کے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ جس طرح اقوام کی تشکیل رنگ، نسل، مذہب، علاقے، خاندان یا دین

پر ہوتی ہے، اسی طرح تنظیموں کا انحصار بھی مذکورہ عناصر میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے۔

عام طور پر اقوام اپنی مشکلات کے حل کے لئے تنظیموں کو وجود میں لاتی ہیں۔ اس حقیقت سے کسی طور بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس طرح افراد زندگی اور موت کے عمل سے گزرتے ہیں، اسی طرح اقوام اور تنظیموں کو بھی زندگی اور موت سے واسطہ پڑتا ہے۔

قرآن مجید کی نگاہ میں بہت سارے لوگ بظاہر کھانے پینے، حرکت اور افزائش نسل کرنے کے باوجود مردہ ہیں، اسی طرح بہت سارے لوگ بظاہر جن کا کھانا پینا، حرکت کرنا اور افزائش نسل کا سلسلہ متوقف ہو جاتا ہے وہ زندہ ہیں اور قرآن مجید انہیں شہید کے لقب سے یاد کرتا ہے۔

افراد کی مانند اقوام اور تنظیمیں بھی دو طرح کی ہیں، کچھ زندہ ہیں اور کچھ مردہ۔ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جس طرح افراد کی ظاہری حرکت زندگی کا معیار نہیں ہے، اسی طرح اقوام اور تنظیموں کی ظاہری حرکت اور فعالیت بھی زندگی کی غماض نہیں ہے۔ حرکت کے ساتھ ساتھ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ حرکت کی سمت کیا ہے، چونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص زندگی کی آغوش میں بیٹھا ہوا ہو، لیکن موت کی طرف حرکت کر رہا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص موت کے سائے میں جی رہا ہو، لیکن زندگی کی طرف گامزن ہو۔

عبداللہ ابن ابیّ جیسے بہت سارے لوگ بظاہر پیغمبر اسلام (ص) کے پرچمِ حیات کے زیرِ سایہ زندگی گزار رہے تھے، لیکن ان کی حرکت کی سمت ہلاکت و بدبختی تھی۔ اسی طرح سلمان و ابوذر جیسے لوگ ظہورِ اسلام سے پہلے ہلاکت و بدبختی کے سائے میں جی رہے تھے، لیکن ان کی حرکت کا رخ حقیقی زندگی کی طرف تھا۔ بظاہر دونوں طرف حرکت تھی، اسی حرکت نے عبداللہ ابن ابیّ کو ہلاکت تک پہنچا دیا اور اسی حرکت نے سلمان (ر) و ابوذر (ر) کو حیاتِ ابدی سے ہمکنار کیا۔ اسی طرح تنظیموں کی زندگی میں بھی فقط ظاہری حرکت اور فعالیّت معیار نہیں ہے، بلکہ حرکت کی سمت کو دیکھنا ضروری ہے۔

یہ ہمارے دور کی بات ہے کہ طالبان نے بہت زیادہ فعالیت کی، لیکن اس کے باوجود طالبان مر گئے، اس لئے کہ ان کی حرکت کی سمت غلط تھی، لیکن حزب اللہ سربلند ہے، اس لئے کہ حزب اللہ کی حرکت کی سمت نظریات کی طرف ہے۔ طالبان کے نظریات سعودی عرب اور امریکہ سے درآمد شدہ تھے، چنانچہ ریاض و واشنگٹن کی پالیسی بدلتے ہی ان کی نظریاتی موت بھی واقع ہو گئی۔

یاد رکھئے! جھوٹ، ظلم و تشدد اور دھونس دھاندلی سے تنظیموں کو کبھی بھی زندہ نہیں رکھا جاسکتا۔ اب طالبان کی محبت کا دم بھرنے والے دھڑوں کو یہ نوشتہ دیوار ضرور پڑھ لینا چاہیے کہ حاسد کی مانند مردہ تنظیمیں بھی اپنے ہی ممبران کی نظروں میں مری ہوئی ہوتی ہیں۔ جہاں پر

تنظیموں کی نظریاتی موت واقع ہو جائے، وہاں پر ان کے تابوت اٹھانے سے وہ زندہ نہیں ہو جایا کرتیں۔

ہمیں یہ کبھی بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ملت اسلامیہ کے افراد اور تنظیموں کی اساس ان کے عقائد اور نظریات پر قائم ہے۔ اسلامی تنظیموں کی زندگی میں ان کے نظریات اس قطب نما کی مانند ہیں، جس سے سمت معلوم کی جاتی ہے۔ اگر کسی ملی تنظیم کی سمت مشخص نہ ہو اور حرکت نظر آئے تو اس کے ناخداوں کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنی سمت درست معیّن کریں اور پھر حرکت کریں۔ بصورتِ دیگر وہ جتنی حرکت کرتے جائیں گے، اتنے ہی منزل سے دور ہوتے جائیں گے۔

جو طاقت تنظیم کی حرکت کو کنٹرول کرتی ہے اور تنظیم کو نظریات کی سمت پر کاربند رکھتی ہے، وہ اس کے تربیّت یافتہ ممبران ہوتے ہیں۔

اگر کسی تنظیم میں تربیّت کا عمل رک جائے یا کھوکھلا ہو جائے تو وہ بھنور میں گھومنے والی اس کشتی کی مانند ہوتی ہے، جو جتنی تیزی سے حرکت کرتی ہے، اتنی ہی ہلاکت سے قریب ہوتی جاتی ہے۔

کسی بھی تنظیم کے ممبران کس حد تک تربیّت یافتہ ہیں، اس کا اندازہ ان کی جلوتوں سے یعنی نعروں اور سیمیناروں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا پتہ ان کی خلوتوں سے چلتا ہے۔

جس تنظیم کے ممبران کی خلوتیں نظریات سے عاری ہوں، ان کی جلوتیں بھی عارضی اور کھوکھلی ہوتی ہیں۔ جب کسی تنظیم کے پرچم کو تھامنے والے افراد کی خلوتوں میں رشک کی جگہ حسد، حوصلہ افزائی کی جگہ حوصلہ شکنی، تعریف کی جگہ تمسخر، تکمیل کی جگہ تنقید، تدبر کی جگہ تمسخر، خلوص کی جگہ ریا اور محنت کی جگہ ہنسی مذاق لے لے تو اس تنظیم کی فعالیّت اور حرکت کو زندگی کی علامت سمجھنا یہ خود زندگی کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے۔

ہماری ملّی تنظیموں کو ہر موڑ پر اس حقیقت کو مدّنظر رکھنا چاہیے کہ نظریات پر سمجھوتے کا نتیجہ تنظیموں کی موت کی صورت میں نکلا کرتا ہے۔ تنظیمیں نعروں سے نہیں بلکہ نظریات سے زندہ رہا کرتی ہیں اور نظریات کی پاسداری صرف اور صرف تربیّت شدہ ممبران ہی کرتے ہیں۔ جہاں پر تنظیموں میں ممبران کی نظریاتی تربیّت کا عمل رک جائے، وہاں پر تنظیموں کو مرنے اور کھوکھلا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ غیر تربیّت یافتہ افراد تنظیموں کو دیمک کی طرح چاٹتے ہیں اور پھندے کی مانند تنظیموں کے گلے میں اٹک جاتے ہیں۔

تنظیموں میں تربیّت کا عمل کسی صورت بھی نہیں رکنا چاہیے چونکہ تربیّت ایسی کیمیا ہے جو زندگی کی لکیر اور خون کی تاثیر کو بھی بدل دیتی ہے۔

ہمارا تہذیبی ارتقا۔۔۔

ن ح

مٹھاس ،انسان کو پسند ہے،انسان چاہتا ہے کہ اس کی زندگی کے تمام شعبوں میں شیرینی اور مٹھاس ہی ہو۔ دینِ اسلام بھی یہی چاہتا ہے کہ انسانی معاشرے سے منکرات کو ختم کر کے حیاتِ انسانی کو حسنات کی شیرینی سے معمور کیا جائے۔انسانی دنیا میں اتنی بڑی تبدیلی ایک دم ممکن نہیں۔ پھل کبھی بھی ایک دن میں پک کر میٹھا نہیں ہوتا۔

ایک بیج کو زمین کے اندر مدتوں کیمیائی اور حیاتیاتی عمل سے گزرنا پڑتا ہے جس کے بعد وہ ایک پودے کی صورت میں زمین کے اوپر تند و تیز ہواوں اور سورج کی گرم شعاوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنتا ہے۔اس کے باوجود ایک پودے کو کھینچ کر زبردستی درخت نہیں بنایا جاسکتا۔

درخت بننے کے لئے بھی ایک پودے کو مسلسل مٹی ،پانی، گیس اور ہوا کے ساتھ ساتھ موسمی تغیرات کی ضرورت پڑتی ہے۔ان مراحل سے گزرے بغیر پودا درخت نہیں بن سکتا۔درخت بننے کے بعد بھی پودے کو مسلسل موسمی تربیّت کے مراحل طے کرنے پڑتے ہیں تب جا کر اس پر شگوفے کھلتے ہیں اور پھل اگتے ہیں۔

کسی غنچے کو طاقت کے ساتھ مروڑ کر پھول نہیں بنایا جاسکتا اور کسی پھول کو مسل کر یا دبا کر قوت و طاقت سے پھل بھی نہیں بنایا جاسکتا۔جب پھل لگ جاتا ہے تو پھر ایک دن میں پک کر میٹھا نہیں ہو جاتا۔ پھل بھی سورج کی کرنوں اور چاندنی کی آغوش میں مقررہ عمل طے کرنے کے بعد ہی میٹھا اور شیرین ہوتا ہے۔

انسانی و اسلامی تہذیب کا شجر بھی اسی طرح ہے۔انسانی تہذیب کو بھی آگے بڑھنے اور ارتقاء کرنے کے لئے مختلف ادوار سے گزرنا پڑتا ہے۔بہترین تہذیب سے بہترین ثقافت جنم لیتی ہے اور بہترین ثقافت سے بہترین تمدن وجود میں آتا ہے اور بہترین تمدن اپنی گود میں بہترین اقوام کو پروان چڑھاتا ہے۔

ایک محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی تحقیقات کے دوران انسانی تہذیب کے ارتقائی مراحل کی رعایت کرے۔اسے تہذیب ،ثقافت اور تمدن کے فرق کو مدّنظر رکھتے ہوئے،اسے تہذیب و ثقافت اور تمدن کی ارتقائی سطح کو بھی ماپنا چاہیے۔ مخاطبین کی ذہنی سطح کی پیائش کے بعد ہی ان کی اصلاحِ احوال کے لئے نسخہ تجویز کرنا چاہیے۔یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ ہر تحقیق ہر میدان میں کام نہیں آسکتی،ہر بات ہر شخص پر یکساں اثرات مرتّب نہیں کرتی اور ہر مریض کے لئے ایک ہی نسخہ کارگر ثابت نہیں ہوتا۔

انسانی تہذیبوں کے درمیان اسلامی تہذیب کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ دیگر اقوام جس قدر اپنی تہذیب سے دور ہوتی گئیں انہوں نے ترقی کی اور مسلمان جس قدر اپنی تہذیب سے دور ہوتے گئے انہوں نے تنزّل کیا۔ تہذیب کوئی ایسی شئے نہیں ہے جو خود بخود ایک نسل سے دوسری نسل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بلکہ تہذیب کے ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ نسل اپنی آئندہ نسل کے حالات کے مطابق اپنی تہذیبی روایات کی تعبیرِ نو اور تعمیرِ نو کرے تاکہ آئندہ نسل اپنی موروثی تہذیب کے سائے میں افکارِ نو کو پروان چڑھا سکے۔

صدرِ اسلام میں صفہ کی درسگاہ اور مسجد النبی[ص] کے زیرِ سایہ جو تہذیب پروان چڑھی وہ خالصتاً ایک علمی و فکری تہذیب تھی۔ اسی علمی و فکری تہذیب نے ایک علمی و متمدن قوم کو جنم دیا جس کی آغوش میں سعدی، فارابی، رومی، سینا، جابر بن حیان اور طوسی جیسی گرانقدر شخصیات نے جنم لیا۔

مختلف حالات و واقعات کے پیشِ نظر جیسے جیسے مسلمان اپنی نسلِ نو کو اپنی علمی تہذیب سے دور کرتے گئے وہ غیروں کے محتاج ہوتے چلے گئے۔ حتّٰی کہ اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب اسلامی ممالک میں تہذیب بھی غیر مسلم ممالک سے درآمد کی جارہی ہے۔

موجودہ صدی کے سماجی، صنعتی اور سیاسی انقلابات بتا رہے ہیں کہ یہ صدی مسلمانوں میں بیداری اور ان کی اپنی تہذیب کی طرف بازگشت یعنی پلٹنے کی صدی ہے۔ آج کے مسلمان کو اپنی عظمتِ رفتہ کے کھو جانے کا احساس ہو چکا ہے اور اپنی اصلی تہذیب کی طرف پلٹنے کے لئے ہاتھ پاوں مار رہا ہے۔ ایسے میں اسلامی دنیا کی بنیادوں میں ایک ایسا مافیا بھی دیمک کی طرح اپنا کام دکھا رہا ہے جو عالمِ اسلام کو اس کی علمی و فکری میراث کی طرف پلٹانے کے بجائے فقط نماز روزے اور طہارت کے احکام تک محدود رکھنا چاہتا ہے۔

پاکستان کے ایک مایہ ناز محقق مختار مسعود کے مطابق انہیں زندگی میں دو طرح کے استاد ملے۔ ایک نے انہیں بچپن میں کہا کہ خبردار قلم کو ہاتھ نہیں لگانا، یہ صرف تمہاری پڑھنے کی عمر ہے جب تعلیم مکمل کر لو پھر لکھنا شروع کرنا جبکہ دوسرے استاد نے کہا کہ ابھی سے لکھنا شروع کرو تب جا کر برسوں بعد کچھ لکھ پاوگے۔

ان کے بقول اگر میں پہلے والے استاد کی بات پر چلتا تو آج تک کچھ بھی نہ کر پاتا۔ یہ دوسرے استاد کی بات پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے کہ میں نے اب تک بہت کچھ کر لیا ہے۔

اسی طرح ہمارے ارد گرد بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو طالبعلموں کو تعلیم کے راستے سے ہٹانے کے لئے اس طرح کے نظریات کی ترویج کرتے ہیں کہ پڑھائی لکھائی کا کیا فائدہ ہے، تعلیم چھوڑو اور چلو قوم کی خدمت کرو۔

یہ تعلیم کے بغیر قوم کی خدمت کا نعرہ اس ہمدردی اور خضوع و خشوع کے ساتھ لگاتے ہیں کہ اچھے خاصے طالب علم کا دل بھی پڑھائی سے اچاٹ ہو جاتا ہے۔

تعلیم و خدمت کو ایک ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے۔نہ ہی تو خدمت کے بغیر تعلیم کسی کام کی ہے اور نہ ہی ایسی خدمت امت مسلمہ کے حق میں ہے جو تعلیم کے بغیر ہو۔ تعلیم وتربیت اور تحقیقِ نو و تولید علمی کے بغیر خدمت ایسے ہی ہے جیسے نور کے بغیر چراغ۔

"علم دشمن مافیا" دن بدن دانستہ یا نادانستہ طور پر مسلمانوں کی نسلِ نو کے دماغوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔آج کون نہیں جانتا کہ ہمیں اسلامی بیداری کی موجودہ صدی میں اپنی ملت کو حقیقی اسلامی تہذیب سے مرتبط کرنے کے لئے علمی و فکری شخصیات کی اشد ضرورت ہے۔

<u>ہمیں ایسی علمی و فکری شخصیات کی ضرورت ہے جو ہمیں مشرق ومغرب کی علمی واقتصادی، فکری و نظریاتی، سائنسی و معاشرتی غلامی سے نجات دلا کر حقیقی اسلامی تہذیب کے ساتھ متصل کریں۔</u>

یہ سب کچھ ایک دم نہیں ہو سکتا اس کے لئے ہمیں مسلسل تگ ودو اور جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے اور اس کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم اپنے اسکولز،مدارس،کالجز اور یونیورسٹیز کے طالبعلموں کو "علم دشمن مافیا" سے محفوظ کریں،انہیں تعلیم ترک کرنے کے بجائے تعلیم مکمل کرنے کی ترغیب دیں اور تعلیم کے ساتھ ساتھ خدمت کرنے کا ہنر بھی سکھائیں،اسی طرح ان کے ہاتھوں میں کلاشنکوف یا چندے کے باکس تھمانے کے بجائے،ان کی اخلاقی و علمی تربیت کریں اور ان کی تحقیقی و مدیریتی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لئے منصوبہ بندی کریں۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ پھل ایک دن میں پک کر میٹھا نہیں ہو جاتا، پھل بھی سورج کی کرنوں اور چاندنی کی آغوش میں مقررہ عمل طے کرنے کے بعد ہی میٹھا اور شیرین ہوتا ہے۔ انسانی واسلامی تہذیب کا شجر بھی اسی طرح ہے۔

اس شجر کے ثمر آور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی ملت کے نونہالوں کو علم دشمن مافیا سے بچائیں چونکہ تعلیم وتربیت اور تحقیقِ نو و تولید علمی کے بغیر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا نعرہ لگانا ایسے ہی ہے جیسے نور کے بغیر چراغ لے کر کسی کی رہنمائی کے لئے نکل پڑنا۔

لاہوری ناشتہ اورادبی بیٹھک

توقیر ساجد تقی

یو ایم ٹی پریس فورم کے تحت ہر ماہ کی پہلی اتوار کو لاہوری ناشتے اور ادبی بیٹھک کا اہتمام کیا جاتا ہے ۔یونیورسٹی کے ریکٹر ڈاکٹر حسن صہیب مراد نے اس ادبی بیٹھک کا بیڑہ اٹھار کھا ہے۔ اکیڈمی آف لیٹرز پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو نے لکھنے والوں کی قومی کانفرنس کے لیے میز بانی کا کہا تو نہ صرف یہ کانفرنس یونیورسٹی میں منعقد ہوئی بلکہ اس سے ایک نئی روایت کا آغاز ہوااور 7 جون 2015 کو لاہور میں اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام منعقد ہوا۔ یہ لاہوری ناشتہ تھا جس میں لاہور کے اہل علم و ادب کو دعوت دی گئی تھی۔ وہیں اعلان کیا گیا کہ اب لاہوری ناشتہ باقاعدگی سے ہوگا۔ لیکن رمضان المبارک، موسم گرما کی تعطیلات اور پھر محرم الحرام کے احترام میں اس کا انعقاد نہ ہو سکا گزشتہ دن اپریل کے پہلے اتوار کو آٹھویں ادبی بیٹھک میں مستنصر حسین تارڑ کو مدعو کیا گیا تھا۔ مستنصر حسین پاکستان کے شہر گجرات میں یکم مارچ 1939 میں پیدا ہوئے۔ پاکستان میں اردو ادب میں سب سے زیادہ پڑھے جانے والے ادیب ہیں ۔سفیر اردو ،ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے کہا تھا ہم اردو ادب میں صرف تین حسین کو مانتے ہیں عبداللہ حسین ،انتظار حسین اور مستنصر حسین تارڑ۔

ادبی بیٹھک کا آغاز ناشتے سے ہوتا ہے لاہوری ناشتے میں بونگ، پائے، نان چنے، حلوہ پوری، آملیٹ اور ڈبل روٹی کے ساتھ ساتھ چائے اور کافی کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے ۔پر تکلف ناشتے کے بعد پروگرام شروع کیا جاتا ہے پاکستان ٹیلی ویژن پر پہلے مارننگ شو سے عوام میں مقبولیت حاصل کرنے والے آج کی نوجوان نسل کے معروف چاچا جی مستنصر حسین تارڑ کو پہلی بار یوم ایم ٹی کے زیر اہتمام ادبی بیٹھک میں دیکھا تو چاچا جی کی بجائے دادا جی کا گماں ہونے لگا بڑھاپے کی تمام خصوصیات نے ان کو گھیرے میں لیا ہوا تھا بالوں میں چاندنی اور قوت سماعت میں بائیں کان سے کم سننے کے باوجود وہ آج بھی حاضرین کے دلوں کو ہمیشہ کی طرح اپنی خوبصورت باتوں سے لبھاتے رہے۔ شرکاء کی طرف سے سوالات کا آغاز ہو اتھاتو ایک خاتون نے نام مشکل کیوں اور کس نے رکھا ہے دریافت کیا تو حس مزاح برقرار رکھتے ہوئے کہا کہ کاش آپ پڑھی لکھی ہوتی تو مشکل نہ ہوتی۔ نام مشکل نہیں لیکن میڈیا کی تکرار کہ مستنصر حسین تارڑ مشکل نام ہے عوامی رائے بن چکی ہے۔ میڈیا لوگوں کے مذاہب بدل دیتا ہے ،پاکستانی لڑکیوں نے ماتھے پر بندیاں لگانے شروع کی ہوئی ہیں اور نام رکھنے کی بات ہے تو میرے دادی جان میرا نام لال دین رکھنا چاہتی تھی لیکن میرے ماموں چونکہ فارسی کی گردانیں جانتے تھے تو اس وجہ سے انہوں نے میرانام مستنصر حسین رکھا پھر میری دادی نے میرا نام تسبیح پر یاد کیااور یہی وجہ ہے مجھ پر خدا کا اتنا کرم ہے کہ دادی نے نام تسبیح پر یاد کیا۔لاہور سانحہ گلشن اقبال اور سانحہ آرمی پبلک سکول پشاور کے تناظر میں

اپنے کالم کا ذکر کیا تو پنڈال میں موجود سبھی حاضرین اشکبار ہو گئے۔

شلوار قمیض کے ساتھ واسکٹ میں ملبوس تارڑ صاحب کا کہنا تھا کہ یہ لباس میری پاکستانی ہونے کی نشانی ہے جب پی ٹی وی میں مارننگ شو کی ابتداء کی تو پروگرام میں پاکستانی لباس کو زیب تن کیا جانے فیصلہ کیا اگرچہ پہلے میرا حلیہ انگریزوں جیسا تھا سالوں کے گزرنے کے باوجود پاکستانی ہونے کی یہ عادت جاتی نہیں۔

محب وطن پاکستانی تارڑ صاحب نے 8سال کی عمر میں پاکستان بنتے دیکھا تھا پاکستانیت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ اپنے ملک میں رہ کر دوسرے ممالک سے محبت کرتے ہیں اگر ہم سچے محب وطن اور بہترین ناول نگار بننا چاہتے ہیں تو ملک کے گوش و کنار، وطن کے تمام موسموں اور اس زمین پر اگنے والی ہر چیز سے آگاہی ضروری ہے۔

شرکاء ادبی بیٹھک میں مجیب الرحمٰن شامی صاحب اور ایاز میر صاحب بھی شامل تھے ادبی بیٹھک جہاں اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک منفرد پروگرام بن چکا ہے وہاں یہ اہل لاہور کیلئے ایک ادبی فیسٹول کی شکل بھی اختیار کر چکا ہے لاہور بھر سے ادب سے وابستہ سینکڑوں خواتین و حضرات ادبا، صحافی، دانشور، شاعر، کالم نگار اور اینکر پرسن کو ہر ماہ ایک جگہ اکٹھے ہونے کا موقع بھی فراہم ہوتا ہے۔

اختتام

اردو کا پہلا اخبار اور پہلا شہید صحافی

مولوی محمد باقر دہلوی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے مجاہد، اردو کے پہلے ہفت روزے کے بانی اور اردو صحافت کے پہلے شہید ہیں۔

علامہ محمد شکوہ کے فرزند، مولانا محمد اشرف اور ان کے بیٹے مولانا محمد اکبر اور ان کے بیٹے مولوی محمد باقر دہلوی تھے جو ۱۸۵۷ میں وطن کے لئے انگریزوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

جس روز مولانا کو گولی مار کر شہید کیا جانے والا تھا تو آپ کے فرزند جناب مولانا محمد حسین آزاد آپ کے ایک دوست کے ساتھ جو اس وقت کرنل کے عہدہ پر فائز تھا اس کے سائس بنکر خونی دروازہ کے سامنے اپنے بہادر باپ کے آخری دیدار کو تشریف لائے یہاں پر چاروں طرف فوجی پہرہ تھا مولانا باقر نماز میں مصروف تھے اور تھوڑے فاصلہ پر مولانا آزاد گھوڑے کی باگ تھامے کھڑے تھے کہ مولانا باقر نے نماز تمام کی اور اب جو سر اٹھایا تو سامنے اپنے چہیتے لاڈلے مولانا آزاد کو پایا باپ نے بیٹے کو اور بیٹے نے باپ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بہائے مولانا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور آنکھوں میں اشارہ کیا بیٹا ملاقات ہو چکی اب خدا حافظ مولانا آزاد کو بھیس اس وجہ سے بدلنا پڑا چونکہ آپ بھی اپنے والد کی طرح انگریز مخالف اور مشتبہ افراد کی فہرست میں تھے لہٰذا کرنل نے مولانا کا اشارہ پاتے ہی اپنا گھوڑا موڑ لیا اور دونوں وہاں سے واپس چلے آئے اور ابھی کچھ دور ہی چلے تھے کہ مولانا محمد باقر کو توپ کے گولے سے شہید کر دیا گیا۔

یومِ آزادی

نذر حافی

بات سیدھی سی ہے کہ مجھے ظالم لوگ درندوں کی طرح نوچ رہے تھے، میرے گھر میں آگ لگی ہوئی تھی، میری دینی روایات پامال ہو رہی تھیں، میری عزت سرعام نیلام ہو رہی تھی، میرے گلے میں جرائم کا طوق اور کاندھوں پر الزامات کا بوجھ تھا، میں دربدر مارا مارا پھر رہا تھا، میرا کوئی وطن اور کوئی ٹھکانا نہ تھا، میرے خون سے زیادہ گائے کا خون محترم تھا، میری جان سے زیادہ مال مویشی قیمتی تھے۔ میرا جرم میرا قصور یہ تھا کہ میں اِسلام کا نام لیتا تھا اور مسلمان کہلواتا تھا، لوگ میرے دین کا مذاق اڑاتے تھے، میری عبادت گاہوں کا تقدس پامال کرتے تھے ایسے میں نظیر اکبر آبادی اقبال، حالی اور محمد علی جناح جیسے لوگ میری مدد کو اُٹھے اُنھوں نے میرے زخم سہلائے، مجھے میری منزل کا پتا بتایا، میرے حوصلوں کو بلند کیا، اُنھوں نے مجھے یقین دلایا کہ میں ہی فرزندِ اسلام ہوں ، میں ہی معمارِ بشریت ہوں اور میں ہی اللہ کے آخری دین کا حقیقی وارث ہوں۔

چنانچہ میں اُٹھ کھڑا ہوا، میں نے ظالموں اور غاصبوں کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا، سامراجی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گیا، میں نے اسلام کیلئے ایک آزاد اور خود مختار ریاست کا مطالبہ کر دیا، میں ایک ایسے ملک کے خواب دیکھنے لگا جہاں اسلام ہی اسلام ہوگا، جہاں مواخاتِ مدینہ جیسی مواخات ہوگی، جہاں بزمِ رسالت جیسی مساوات ہوگی، جہاں مسندِ اقتدار پر دیندار لوگ جلوہ افروز ہوں گے، جہاں عدل و انصاف کا پرچم لہرائے گا، جہاں کالے اور گورے کی تمیز نہیں ہوگی، جہاں امیر اور غریب کا فرق نہیں ہوگا، جہاں مذہب کی مذہب سے دشمنی نہیں ہوگی، جہاں انسان کا انسان سے بیر نہیں ہوگا، جہاں جیلوں میں کوئی بے گناہ نہیں ہوگا، جہاں دیہاتوں میں کوئی جاہل نہیں ہوگا، جہاں شہروں میں کوئی فتنہ نہیں ہوگا، جہاں اداروں میں کوئی کرپشن نہیں ہوگی، جہاں پولیس رشوت نہیں لے گی، جہاں فوج عوام کو گولیاں نہیں مارے گی، جہاں عزّت و شرف کا معیار تقویٰ ہوگا، جہاں مارکیٹوں میں ذخیرہ اندوزی نہیں ہوگی اور جہاں دودھ میں پانی نہیں ملایا جائے گا!

میرا یہ خواب ہر غاصب کو ناگوار گزرا، میرا آزادی کا نعرہ ہر ظالم کو برا لگا، چنانچہ مجھے سامراجی شکنجوں میں کسا گیا، مجھے ٹارچر سیلوں میں زد و کوب کیا گیا، مجھے گلیوں اور بازاروں میں رسواء کیا گیا، مجھے مقدس عبادت گاہوں کے اندر خون میں نہلایا گیا، مجھے عزّت کی ضربیں لگائی گئیں، مجھے غیرت کے زخم لگائے گئے لیکن میں مسلسل اپنی منزل کی طرف بڑھتا ہی رہا، میری زبان پر صرف ایک ہی نعرہ تھا، "لے کے رہیں گے پاکستان ۔ بن کے رہے گا پاکستان" اور میرے

دل میں صرف ایک ہی عشق موجزن تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیالاالہ الااللہ"۔

میرے شہر جلے، میری عزّت و ناموس داغدار ہوئی، میری جائیدادیں تباہ ہوئیں، مجھے ہجرتیں کرنی پڑیں، میں نے آگ اور خون کا دریا پار کیااور تب جاکر مجھے میر پیارا وطن پاکستان نصیب ہوا، تب جاکر 14اگست 1947ءکا وہ حسین سورج طلوع ہوا کہ جس نے میری سسکیوں کو مسرتوں میں بدل دیا، جس نے میری آہوں کو خوشیوں میں تبدیل کردیا، جس نے میرے اشکوں کو نغموں میں ڈھال دیا، جس نے میرے خوابوں کو حقیقت میں اتار دیا، جس نے میرے جذبوں کو سچ کر دکھایا، جس نے میرے دعووں کو عملی کر دکھایا اب میں بہت خوش تھا اب میں اپنے زخموں کو بھول چکا تھا، اب میں ایک آزاد ملک کاآزاد شہری تھا، اب میں ایک باوقار قوم کا عزت مند فرد تھا، اب میں فخر اور اعتماد کے ساتھ سر اُٹھا کر چلتا تھا، لیکن! لیکن مجھے یہ کہاں معلوم تھا کہ اتنے دکھ سہنے کے بعد ملنے والی یہ خوشی بھی عارضی ہوگی! مجھے کہاں معلوم تھا کہ سامراجی پٹّھو اِس آزاد ملک پر بھی حکومت کریں گے، مجھے کہاں خبر تھی کہ اب مجھے غیر نہیں اپنے لوٹیں گے، اب مجھے دشمن نہیں دوست زخم لگائیں گے، اب مجھ پر برطانیہ کی نہیں اپنی فوج حکومت کرے گی، اب مجھے ہندو جرنیل نہیں مسلمان آفیسر گولیاں ماریں گے، اب میری عبادت گاہوں کے تقدّس کو سکھ نہیں "نام نہاد مجاہدین" پامال کریں گے، اب میرے قتل کے حکم نامے پر انگریز سرکار نہیں، پاکستان حکومت دستخط کیا کرے گی، اب میں غلام ہندوستان کے ٹارچر سیلوں میں نہیں آزاد پاکستان کے اذیّت کدوں میں کچلا جاوں گا، اب مجھے ہندو سینا نہیں بلکہ مسلمان ایجنسیاں اغواء کریں گی۔

آیئے! اس سال یوم آزادی کے موقع پر ہم سب مل کر بیٹھیں اور مل کر سوچیں کہ وہ "نظریہ پاکستان" کہاں گیاجو ہماری اساس اور بنیاد تھا؟! وہ مائیں کہاں مر گئیں جو اقبال اور محمد علی جناح جیسے بیٹوں کو جنم دیتی تھیں؟! وہ سیاست دان کہاں کھو گئے جو پاکستان کا مطلب کیالا الہ الا اللہ کا نعرہ لگاتے تھے؟! وہ ادیب کہاں چلے گئے جو اکبر الہ آبادی کی طرح قوم کا درد رکھتے تھے؟! اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز اور دینی مدارس کے وہ طالب علم اور استاد کہاں چلے گئے جنھوں نے پاکستان کی آزادی، خود مختاری اور نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنی تھی؟!

اس سال ۱۴ اگست کے طلوع ہوتے سورج کی آغوش میں بیٹھ کر میں بھی سوچتا ہوں اور آپ بھی سوچیئے! ہم سب مل کر اسلام کے نام پر دہشت گردی، ہدیے کے نام پر رشوت، تفریح کے نام پر فحاشی، امن کے نام پر قتل و غارت، تعلیم کے نام پر جہالت اور جمہوریت کے نام پر آمریت کو کیسے روک سکتے ہیں، آیئے مل کر دودھ میں پانی ملانے والوں کو روکیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔

کاش مجھے معلوم ہوتا

بنت الہدیٰ

مترجم : فصاحت حسین

راضیہ کلینک کے ویٹنگ ہال میں بیٹھی ہوءی اپنی رپورٹ کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے بہت جلدی تھی۔ رپورٹ کی نہیں بلکہ اسے ایک دوست کے گھر پر پارٹی میں جانا تھا اور اس سے پہلے بیوٹی پارلر میں۔ ویسے بھی یہ چیک اپ اس نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ گھر والوں کے بہت زور دینے پر کرایا تھا۔ ورنہ اسے تو جوڑوں میں درد کے علاوہ کوءی اور خاص بیماری نہیں لگ رہی تھی۔

آخرکار اس کا نمبر آیا اور ڈاکٹر نے اسے اپنے روم میں بلایا۔ وہ تیزی سے اندر گءی۔ وہ جلدی سے رپورٹ لے کر باہر آنا چاہتی تھی لیکن ڈاکٹر نے بہت سنجیدگی کے ساتھ اس سے پوچھا: یہ آپکی رپورٹ ہے؟

وہ سچ بات معلوم کرنا چاہتی تھی اس لیے اس نے فوراً کہا: نہیں۔ یہ میری بہن کی رپورٹ ہے۔

ڈاکٹر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ کرسی پر بیٹھ گءی۔ اگر ڈاکٹر کو معلوم ہوتا کہ رپورٹ اسکی ہے تو وہ احتیاط سے کام لیتا۔ اسکا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا اور بہت بے صبری کے ساتھ ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی۔ اس وقت بھی اسے جلدی تھی لیکن باہر جانے کی نہیں بلکہ ڈاکٹر کی بات سننے کی۔

ڈاکٹر نے پوچھا: میڈم! رپورٹ لینے کے لیے کوئی مرد کیوں نہیں آیا؟

میں ادھر سے گزر رہی تھی۔ سوچا کہ خود ہی لے لوں۔ ویسے بھی جو کچھ بھی ہو میں سننے کے لیے تیار ہوں۔

ڈاکٹر کچھ لمحات کے لیے خاموش ہوا اور افسوس کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے کہا: ویسے تمہارے چہرے سے ہی لگ رہا ہے کہ سمجھدار لڑکی ہو اور سچائی کا سامنا کر سکتی ہو۔

یہ کہہ کر ڈاکٹر پھر چپ ہوگیا۔ اب تو اسے بہت ڈر لگ رہا تھا اس نے جلدی سے پوچھا: آپ کا کیا مطلب ہے ڈاکٹر صاحب!

اس رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ مریض کو خون کی ایک بیماری ہے

ڈاکٹر نے یہ کہہ کر سر نیچے جھکا لیا اور خاموش ہوگیا۔ اب راضیہ نے ڈاکٹر سے کچھ پوچھنے کے بجائے خود ہی کانپتے ہوئے ہونٹوں سے کہا: "کینسر"؟!

ڈاکٹر نے سر نہیں اٹھایا اور ویسے ہی خاموش رہا۔ وہ دل ہی دل میں اس لڑکی کے لیے افسوس اور اس سے ہمدردی کر رہا

تھا لیکن ڈاکٹر کی خاموشی راضیہ کے لیے موت کے سناٹے سے کم نہیں تھی۔ اس نے تقریباً روتے ہوءے کہا : اسکا مطلب ہے میری زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں۔۔۔۔

اب ڈاکٹر سمجھ گیا تھا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا لیکن اب تو دیر ہو چکی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر بہت آرام سے اس سے پوچھا: مجھے بہت افسوس ہے بیٹی۔ لیکن تم نے جھوٹ کیوں بولا؟ بہر حال موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بہت سے بیمار لوگ بچ جاتے ہیں اور بس سے صحتمند لوگ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

راضیہ کو اپنا دل ڈوبتا ہوا لگ رہا تھا اور اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی لوہے کے پنجوں سے اسکا دل مسل رہا ہے۔ کسی طرح اس نے ہمت جٹاءی اور کہا : معاف کیجیے گا ڈاکٹر صاحب۔ شکریہ

ڈاکٹر نے کہا: بیٹی ! اپنے اوپر قابو پاو اور ہنسی خوشی رہو ۔ میڈکل ساءنس بہت تیزی سے ترقی کر رہی ہے ہو سکتا ہے کہ جن بیماریوں کا علاج ابھی نہیں معلوم ہو سکا ہے وہ بہت جلدی معلوم ہو جاءے۔ ابھی بھی امید ہے۔ میں میڈکل کی نءی رسرچ دیکھوں گا شاید کوءی علاج معلوم ہو جاءے۔ اپنا موبایل نمبر دیتی جاو۔

اس نے تیزی سے اپنا نمبر بتایا۔ اسے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہہ رہی ہے اور کیا سن رہی ہے۔ اس خبر نے اسی بری طرح توڑ کر رکھ دیا تھا۔ دوبارہ ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتے ہوءے کلینک سے باہر آگءی۔

گھر پہنچی لیکن کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ وہ کچھ بتا بھی نہیں سکتی تھی بلکہ اسے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کیا کہے۔ دوسری طرف گھر والے پارٹی میں جانے کی تیاری کر رہے تھے اور اپنے آپ میں ہی مگن تھے۔ ماں نے اسکی طرف دیکھتے ہوءے پوچھا: راضیہ بیٹی ! کلینک گءی تھیں؟ بیوٹی پارلر کیوں نہیں گءیں؟

ماں کے پوچھنے کے انداز سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ پورا جواب بھی نہیں سننا چاہ رہی ہیں۔ اسی لیے راضیہ نے چھوٹا سا جواب دے دیا: کیونکہ میں پارٹی میں نہیں جاءونگی۔

یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ دروازہ اندر سے بند کر کے چینج کیے بغیر بستری پر لیٹ گئی۔ اسے لگ رہا تھا کہ گھر والوں کی آواز بہت دور سے اسکے کانوں میں آرہی ہے۔ اپنے اندر اسے موت کا سناٹا محسوس ہو رہا تھا جس میں نہیں معلوم کیسی بھیانک سی آوازیں آرہی تھیں۔ اسکی نگاہوں میں بچپن سے لے کر اب تک کا سارا زمانہ گھوم رہا تھا۔ اسے اپنے پرسنل روم میں بھی اجنبیت سی لگ رہی تھی کیونکہ کچھ دنوں بعد یہ اس سے چھوٹ جانے والا تھا۔ شاید اسکی جگہ دوسرے لوگ آجاءیں گے اور کچھ دنوں کے لیے اسے یاد بھی کریں گے لیکن بہر حال بھول جاءیں گے۔ وہ چلا چلا کر رونا چاہ رہی تھی لیکن اسکے آنسو بھی اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ وہ رونے کے بجاءے بہت گہری سوچ میں پڑ چکی

تھی۔ کمرے میں ادھر ادھر خالی خالی آنکھوں سے گھور رہی تھی۔ اسکی نگاہ پردوں پر پڑی۔ کتنی مشکل کے بعد اسنے اپنے پسندیدہ پردے ڈھوھنڈ کر خریدے تھے۔ انکی کتنی ڈزاء نیں دیکھیں تھیں اور اسکے بعد اسے پسند کیا تھا۔ لیکن اب اسے چھوڑ کر جانا ہوگا۔ اب کیا فرق پڑتا ہے کہ یہ ریشم کے ہوں یا روء ی کے؟! اسے ان سب کو دوسروں کے لیے چھوڑ کر جانا ہوگا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کاش انکے لیے اتنا وقت خرچ نہیں کیا ہوتا۔ اتنا پیسہ اور وقت برباد کیا لیکن اب اسکے کیا کام آسکتا ہے۔

وہ اپنے ذہن میں کوء ی ایسی چیز ڈھونڈ رہی تھی جو اسکے کام آسکے۔ جوانی کی ساری نعمتیں اسکے پاس تھیں؛ خوبصورتی، اچھی ایجوکیشن، دولت اور بہت ساری آرام دہ چیزیں۔ لیکن کیا ان میں سے کوء ی اسکی مدد کرسکتا ہے یا اس سے موت کو دور کرسکتا ہے؟

کبھی اسکی آرزو یہ تھی کہ کوئی اچھی سی جاب مل جاءے تاکہ اچھی سیلری ملنے لگے۔ اب اسکے پاس اچھی جاب اور سیلری تھی لیکن کیا اسکی سیلری اسے موت سے بچا سکتی ہے؟

اچانک اسکے ذہن میں ایک بات آء ی۔ اسکی آنکھوں میں چمک آگء ی تھی۔ تیزی سے موبایل اٹھایا اور کلینک فون کیا۔ ڈاکٹر سے بہت خوشی سے پوچھا: " ڈاکٹر صاحب! اگر میں فارن چلی جاوں تو میری بیماری کا علاج ہو سکتا ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا: " مجھے تو نہیں لگتا ہے۔ وہاں پر بھی اسکا کوء ی علاج نہیں ہے۔ سواءے پیسہ برباد کرنے اور پریشان ہونے کے کچھ نہیں ہوگا۔

موبایل رکھ کر مایوسی کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گء ی۔ اسکی ساری دولت بھی اس سچاء ی کو بدل نہیں سکتی تھی۔

وہ اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلتے ہوءے گھر کا کونہ کونہ دیکھ رہی تھی۔ جیسے وہ دنیا جس سے بہت زیادہ محبت کرتی تھی اس کو رخصت کر رہی ہو۔ اسکی نگاہ باغیچہ کے خوبصورت پیڑوں اور پھولوں پر پڑی۔

اپنے دل میں کہا: کاش یہ پیڑ پودے جانتے ہوتے---کاش یہ جانتے ہوتے کہ میں جانے والی ہوں۔ کاش ان پتھروں اور خوبصورت دیواروں کو معلوم ہوتا کہ میں نے سفر کا سامان تیار کر لیا ہے اور ہمیشہ کے لیے انکے پاس سے جانے والی ہوں۔

کاش یہ پھول جنہیں میں نے اتنی محنت سے اگایا تھا، اگر میں نے انہیں پانی نہ دیا ہوتا تو یہ مرجھا گئے ہوتے۔ انہیں معلوم ہوتا کہ میں جانے والی ہوں۔ کیا یہ سب مجھے یاد کریں گے؟ کاش یہ سمجھ سکتے---

کاش میرے آس پاس جتنی چیزیں ہیں یہ میز، کرسی، قلم؛ یہ سب سمجھ سکتے ہوتے کہ میں جانے والی ہوں۔

اور اے کاش میں جانتی ہوتی کہ میں نے اس دنیا سے اتنا زیادہ دل کیوں لگا لیا تھا اور کس بات پر مجھے اتنا زیادہ گھمنڈ

تھا۔ ہاں! کاش میں نے دنیا کو پہلے ہی سمجھ لیا ہوتا کہ میں صرف اسکی کچھ دنوں کی مہمان ہوں۔ تو دنیا مجھے اپنی چمک دمک سے دھوکہ نہیں دے سکتی تھی۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ ایک لگزری زندگی سے الگ ہونا آسان نہیں ہے لیکن سادی زندگی آرام سے چھوڑی جا سکتی ہے۔ اگر میں اس دنیا کی چمک دمک میں اتنا زیادہ نہ ڈوب گئی ہوتی تو شاید دوسری دنیا میں جانا میرے لیے آسان ہوتا۔ میرے گھر والے ابھی پارٹی میں گئے ہیں اور وہ اس طرح کی کتنی پارٹیوں میں جاتے رہیں گے کہ میں جن کا انتظار کیا کرتی تھی۔ ان میں جانے کے لیے مہنگے سے مہنگے کپڑے اور زیور خریدتی تھی۔ کیا سچ میں یہ کچھ میرے کسی کام کا تھا؟

راضیہ اپنے آپ سے یہ ساری باتیں کرتے کرتے اچانک کرسی پر بیٹھ گئی۔ جیسے کوئی سچائی جس سے وہ انجان تھی اب اسکے سامنے آگئی تھی۔ ایک بار پھر اس نے اپنے آپ سے کہا: میں اپنے ساتھ کیا لے جا رہی ہوں؟ کیا ایک کفن اور اپنے کیرکٹر اور اعمال کے علاوہ کچھ اور لے جاؤں گی؟ اس لمبے سفر میں کون سا عمل میرے کام آسکتا ہے؟

----کوئی بھی نہیں--------کوئی بھی نہیں!

اسے اپنی دوست کی باتیں یاد آئیں جو اسے سمجھاتے ہوئے کہتی تھی کہ خدا کی اطاعت کرو "سفر کے لیے ضرورت کا سامان لے لو اور بہترین سامان تقوا اور پرہیزگاری ہے"

(بقرہ ۱۹۷)

اس وقت راضیہ کو کسی دوسری دنیا کے لیے تیار ہونے اور سامان لینے کی باتیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ لیکن آج جب اسے اپنے خدا کے سامنے جانے کے لیے اس سامان اور نیک عمل کی ضرورت تھی وہ کیا کر سکتی تھی اور اس طرح قیامت میں کیسے جائیگی؟

وہ خدا کی رحمت سے کیسے امید لگا سکتی تھی جبکہ اس نے خدا کی چھوٹے سے چھوٹا حکم بھی نہیں مانا تھا؟ کاش وہ ساری الٹی سیدھی کتابیں پڑھنے کے بجاءے قرآن پڑھتی، کاش فلمی میگزینوں اور ہالیووڈ اور بالیوڈ کی نیوز ڈھونڈنے کے بجاءے اپنے دین کے بارے میں معلومات حاصل کرتی۔

راضیہ اسی طرح سوچوں میں گم تھی اور اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی کہ کاش فلاں کو پریشان نہ کیا ہوتا، کاش اس پر آواز نہ کسی ہوتی، کاش اس کا مذاق نہیں اڑایا ہوتا، کاش غیبت نہ کی ہوتی، کاش غریبوں کے سامنے اپنی دولت پر گھمنڈ نہ کیا ہوتا اور اپنے آپ کو ان سے بڑا نہ سمجھا ہوتا، اور کاش کاش کاش ایک دوسری زندگی گزارنے کا موقع مل جاتا تاکہ اپنی غلطیاں سدھار سکتی اور اپنے خدا کو راضی کرنے والی کام کر سکتی۔ میں تو اپنے نفس کی غلام تھی، کاش کچھ دن اور زندہ رہ جاتی تاکہ اپنے گناہوں کا بدلہ اتار سکوں۔

اس نے اپنے پاپا کی زبان سے کبھی یہ آیت سنی تھی:

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آئی تو کہنے لگا: پروردگارا تو مجھے ایک بار پھر اس دنیا میں جسے میں چھوڑ کے

آیا ہوں، واپس کردے تاکہ میں ابکی دفعہ اچھے اچھے کام کروں (جواب دیا جاۓ یگا) ہر گز نہیں! وہ صرف اپنی زبان سے ایسا کہہ رہاہے (لیکن ایسا کرے گا نہیں) اور انکے مرنے کے بعد برزخ ہے یہاں تک کہ انہیں قبروں سے اٹھایا جاۓ یگا"۔ (مومنون ۱۰۰)

---- جیسے یہ تو اسکے دل کی آواز تھی کہ وہ اپنے پروردگار سے مناجات کررہی تھی---- نہیں نہیں میرے خدا میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔ میں پورے دل سے کہہ رہی ہوں----

اور یہ کہتے کہتے اسکی آنکھوں سے آنسو نکل آۓ۔ وہ اپنا سر ہاتھوں میں لے کر رونے لگی۔ یہ کسی درد کے نہیں بلکہ پچھتاوے اور شرمندگی کے آنسو تھے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ کچھ دن اور جیتی ہے تو کبھی بھی اپنے خدا کی نافرمانی نہیں کرے گی---

موباۓل کی رنگ نے اسکی سوچوں کا سلسلہ توڑا۔ بہت مشکل سے کرسی سے اٹھ کر گی۔ فون اٹھایا اور رندھی ہوۓ ی آواز میں کہا: ہیلو

اس طرف سے آواز: راضیہ میڈم؟

راضیہ نے ڈاکٹر کی آواز پہچان لی تھی۔ اس نے کہا: جی ڈاکٹر صاحب۔ راضیہ بول رہی ہوں۔

ڈاکٹر نے خوشی سے چہکتے ہوۓ کہا: مبارک ہو بیٹی! تم بالکل ٹھیک ہو۔ ایک چھوٹی سی غلطی ہو گۓ ی تھی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تم بالکل ٹھیک ہو

راضیہ یہ بات سن کر چونک گۓ ی تھی۔ جیسے ہو خواب دیکھ رہی ہو۔ اسے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔ اس نے تعجب اور خوشی کے ملے انداز میں پوچھا: میں ٹھیک ہوں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ مذاق تو نہیں کررہے ہیں؟

ڈاکٹر نے کہا: نہیں مذاق نہیں کررہا ہوں۔ ابھی بھی کلینک سے فون کرکے مجھ سے بتایا گیا ہے کہ غلطی سے ایک دوسرے بیمار کی جگہ تمہارا نام لکھ دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے معافی بھی مانگی ہے۔ میرے ہاتھ میں تمہاری اصلی رپورٹ ہے اور تم بالکل ٹھیک ہو۔ خدا کا شکر ادا کرو بیٹی---

راضیہ نے جلدی سے ڈاکٹر کی بات دہراۓی اور کہا: خدا کا شکر اور آپ کا بھی شکریہ ڈاکٹر صاحب---

فون کٹ چکا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے دوسری زندگی دے دی گۓ ی ہو۔ اس نے اپنے خدا سے جو وعدہ کیا تھے اسے یاد آیا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ اس دفعہ موت سے چھٹکارا پا گۓ ی ہے لیکن موت کا تو کوۓ ی بھی ٹاۓم نہیں ہے وہ کسی بھی وقت آسکتی ہے۔ آدمی کی عمر چاہے جتنی لمبی کیوں نہ ہو لیکن وہ اس دنیا میں صرف ایک مہمان ہے۔

سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ وضو کرکے مغرب اور عشا کی نماز پڑھی؛ جو کام اس نے سالوں سے چھوڑ رکھا تھا۔ نماز کے بعد دوبارہ خدا سے وعدہ کیا کہ وہ نماز، روزہ، حجاب، دوسرے واجبات اور خدا کے سارے احکام کی پابند ہو جائیگی اور جن چیزوں سے خدا نے منع کیا ہے ان کو انجام نہیں دے گی۔ اسکے بعد یہ آیت کاغذ پر لکھ کمرے کی دیوار پر لگا دی تاکہ ہمیشہ اسکے ذہن میں رہے:

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آئی تو کہنے لگا: پروردگارا تو مجھے ایک بار پھر اس دنیا میں جسے میں چھوڑ کے آیا ہوں، واپس کردے تاکہ میں اب کی دفعہ اچھے اچھے کام کروں (جواب دیا جائے گا) ہرگز نہیں! وہ صرف اپنی زبان سے ایسا کہہ رہا ہے (لیکن ایسا کرے گا نہیں) اور انکے مرنے کے بعد برزخ ہے یہاں تک کہ انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا"۔ (مومنون ۱۰۰)

یہ خوبصورت جملہ بھی لکھ کر سامنے کی دیوار پر چپکا دیا:

مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کرلو اور موت کا دن نہیں جانتے ہو اس لیے ہمیشہ گناہوں سے بچو اور توبہ کرتے رہو۔

اختتام

قرآن مجید

قرآن یا قرآن مجید (عربی میں القرآن الکریم) دین اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی۔

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں آج تک کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی یہ ہر طرح کی تحریف سے محفوظ دنیا کی واحد کتاب ہے۔

بارہ امام

مسلمانوں کے نزدیک پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ سیاسی اور روحانی جانشین ہیں۔ ان بارہ ہستیوں کو بارہ امام کہا جاتا ہے۔

ان میں سے پہلے امام حضرت امام علیؑ ہیں اور آخری یعنی بارہویں امام حضرت امام مہدیؑ ہیں۔

....

کراچی

پاکستان کا سب سے بڑا شہر اور صنعتی، تجارتی، تعلیمی، مواصلاتی و اقتصادی مرکز اور صوبہ سندھ کا دارالحکومت ہے۔ یہ شہر دریائے سندھ کے مغرب میں بحیرہ عرب کی شمالی ساحل پر واقع ہے۔ پاکستان کی سب سے بڑی بندرگاہ اور ہوائی اڈہ بھی کراچی میں قائم ہے۔ کراچی 1947ء سے 1960ء تک پاکستان کا دارالحکومت بھی رہا۔

دماغ خوری

مشہود عباس

جس طرح کسی انسان کے بیمار ہونے پر ڈاکٹر اس کے مرض کو تشخیص دیتا ہے۔اسی طرح کسی معاشرے میں اگر کوئی مرض پھوٹ پڑے تو اس مرض کی تشخیص ادیب لوگوں کا مشغلہ ہے۔ادیب لوگ اشارے کنائے ،شعرو نثر،استعارے و تشبیہ ،ناول و افسانے،کالم و اداریے، فلم و ڈرامے ،فیچر ورپورٹ ،انشاء و مضمون کے ذریعے معاشرتی امراض کاعلاج کرنے کی کوشش کرتے ہیں،ایسے میں بعض کلاسک ادب اور بعض علامتی ادب کا سہارا لیتے ہیں اور جو حضرات ان ساری چیزوں سے ناآشنا ہوتے ہیں وہ پہلے تو علمی و قلمی شخصیات پر نکتہ چینی کرکے قلمی دنیامیں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے علمی دیوالیہ پن کی بنیاد پر جب ایسا نہیں کرپاتے تو پھر دوسروں کی تحریروں کی نقالی شروع کردیتے ہیں۔

اس طرح کے لوگ چونکہ علمی اسالیب اور فنّی اصولوں سے ناواقف ہوتے ہیں چنانچہ یہ نہ صرف نثر میں شاعری کی طرح تخیّل پردازی شروع کرتے ہیں بلکہ گلی کوچے کے موضوعات کوآفاقی اور اپنے ذاتی مشاہدات کو معاشرتی کہنے لگتے ہیں۔ان کا سارا زور بات کا بتنگڑ بنانے پر اور ان کاساراذوق دوسروں کی تحریروں کے چربے تیار کرنے میں صرف ہوتاہے۔ **یہ ایک ایسامرض ہے جو معاشرے کو لاحق نہیں بلکہ اپنے آپ کو معاشرتی طبیب اور حکیم الامت کہنے والوں کو لاحق ہے۔**

چنانچہ یہ مرض ناسور کی طرح اندر ہی اندراپنا کام دکھارہاہے۔آپ نے یوں تو ایسی بہت سی اصطلاحیں سن رکھی ہونگی جن کے ساتھ "خور"کالاحقہ لگتاہے۔جیسے سود خور، حرام خور، رشوت خوراورآدم خور۔۔۔وغیرہ لیکن آج میں جس مرض کو زیر بحث لایا ہوں وہ ایک ایسامرض ہے جس کو ہم نہ جانتے ہوے بھی جانتے ہیں۔

ہماری روز مرہ کی زندگی میں ہمارا میل جول چندایسے افراد سے ہوتا رہتاہے جو نہ تو رشوت خور ہوتے ہیں نہ ہی سود خوراور نہ ہی آدم خور بلکہ وہ توسیدھے سادھے شریف آدمی ہوتے ہیں۔

ممکن ہے پانچ وقت کے نمازی بھی ہوں ہوں،ہمیشہ سچ بولنے کا دعوی بھی کرتے ہوں اور معاشرہ کی اصلاح کا دم بھی بھرتے ہوں لیکن فضول اور زیادہ باتیں کرنے کی عادت میں مبتلا ہوں۔

ایسے لوگ دماغ خوری کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔دماغ خوری سے مراد فضول باتیں کرکے دوسروں کا دماغ چاٹناہے،دماغ خورایسے کاموں میں مشورے دیتاہے جن کااسے خود بھی کچھ پتانہیں ہوتا۔یعنی خالی خولی گفتگو کر کے اپنا اوردوسروں کا وقت اور آرام تباہ کرنے والے کو

دماغ خور کہا جاتا ہے۔ہم یہاں پر یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ دماغ خوری صرف باتوں سے نہیں کی جاتی بلکہ تحریر سے بھی کی جاتی ہے، غیر معیاری اور گھسی پٹی باتوں کی طرح، غیر معیاری اور گھسی پٹی تحریریں بھی انسانی وقت اور زندگی کے زیاں کا باعث بنتی ہیں اور دماغ خوری کاکام انجام دیتی ہیں۔

بے تُکی باتوں کی طرح بودی تحریریں بھی لکھنے اور پڑھنے والے دونوں کودماغی اور وقتی لحاظ سے ضرر پہنچاتی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ہم آدم خور کو تو درندہ کہتے ہیں لیکن دماغ خور کو کچھ نہیں کہتے۔ رشوت خوروں اور سود خوروں کے برعکس دماغ خور ہر طرح کے خوف سے آزاد ہیں انکے لیے کوئی قید اور پابندی نہیں،اس لئے دماغ خور اپنا کام انجام دینے میں دن رات مصروف ہیں۔

اگر خدانخواستہ اب کبھی آپ کا پالادماغ خور سے پڑھ جائے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں ، میرے مشورے پر عمل کریں تو دماغ خور کے دماغی حملے سے آپ فوراً نجات پالیں گے۔سب سے پہلے اپنے آپ کو چیک کریں کہ کہیں آپ خود بھی دماغ خور تو نہیں ہیں اور آپ ایسے کاموں کے سلسلے میں دوسروں کو مشورے تو نہیں دیتے جن کا آپ کو خود بھی کچھ پتہ نہیں۔ خیر اگر آپ خود دماغ خور نہیں ہیں تو پھر دماغ خور کی باتوں پر بلکل توجہ نہ دیں اور اپنے کام میں مگن رہیں۔ اپنے مطالعے کی میز کے ساتھ ہی ایک ردّی کی ٹوکری بھی رکھ لیں جس میں دل کھول کر غیر معیاری تحریریں پھینکتے رہیں اور گر کوئی آپ سے یہ کہے کہ امریکہ ہمارا دشمن ہے اور وہ ہمیں ترقّی نہیں کرنے دیتا تو آپ اسے فوری طور پر سمجھائیں کہ ہمارے ساتھ دشمنی میں دماغ خور بھی امریکہ سے کم نہیں، دماغ خوروں کے دماغی حملے بھی امریکی ڈرون حملوں کی طرح ہماری سلامتی کے لئے سخت خطرہ ہیں، امریکہ ہماری سرزمین کا دشمن ہے اور دماغ خور ہمارے دماغوں اور وقت کا دشمن ہے۔آپ خود بتائیں کہ اگرامریکہ مردہ باد ہے تو دماغ خور کیوں زندہ باد ہے، چلئے اب میں بھی اپنے قلم کو اس ڈر سے روکتا ہوں کہ کہیں میرا شمار بھی دماغ خوروں میں نہ ہو جائے۔

اختتام

ایک جلوس کا آنکھوں دیکھا حال

ایک ایسے جلوس کی روداد جس نے بچپن میں ہی میرا نکاح توڑ دیا

تحریر۔ سجاد احمد مستوئی

گرمیوں کا موسم تھا, گندم کے کھیت مکمل طور پر زرد ہو چکے تھے, دور دور تک پھیلے کھیت ایک سنہری سمندر کا منظر پیش کر رہے تھے، جب ہوا چلتی تھی تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سونے کے سمندر میں ایک لہر سی اٹھ رہی ہو ،انہیں سنہری کھیتوں سے ایک پگڈنڈی گزرتی ہوئی سڑک پر جا چڑھتی تھی، اسی پگڈنڈی کے دونوں کناروں پر سبز گھاس کا ڈیرہ تھا اور دور تک ایک کچی سڑک بچھی ہوئی تھی۔

میری عمر یہی کوئی سات آٹھ سال کی تھی، میں ہمیشہ اسی سڑک سے گزر کر ہی سکول جاتا تھا،آج سکول میں تو چھٹی تھی لیکن کسی اور کام سے ماں جی نے مجھے شہر میں بھیجنا ضروری سمجھا، جب میں سڑک پر چڑھا تو دیکھا کہ سڑک پر لوگوں کا ایک ہجوم ہے اور اس ہجوم میں خواتین کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے اور تو اور بچے بھی ہیں، میں نے سوالیہ انداز میں اپنے ہم سِن بچوں سے پوچھا کہ آج خیر تو ہے یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ یہ بات قریب کھڑے ایک شخص نے سُن لی اور پیار سے مجھے چمکارتے ہوئے بولا کہ تمہیں پتہ نہیں ہے آج دس محرم ہے ،آج عاشورہ کا دن ہے، اور یہ سب لوگ عاشور کے جلوس میں شریک ہونے کیلیئے جا رہے ہیں۔

اسی اثنا میں ایک جوان نے اپنے دائیں کندھے پر رکھے ہوئے کالے کپڑے کو اٹھا کر بائیں کندھے پر رکھتے ہوئے کہا کہ نواسہ رسول ﷺ امام حسینؑ کو آج کے دن شہید کیا گیا تھا، میں تعجب، حیرانگی اور دوسروں کی دیکھا دیکھی کے عالم میں اس جلوس کے ساتھ ہو لیا۔

چلتے چلتے جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی تلاشی لی جا رہی ہے، میں بھی قطار میں لگ گیا تلاشی دینے کے لیے ،تلاشی کے بعد میں بھی شہر کے اندر داخل ہو گیا ،جونہی شہر کے اندر داخل ہوا تو میری نظر سُرخ اور سیاہ رنگ کے فلک شگاف پرچموں پر پڑی، میں نے جلوس میں ایک چھوٹا سا جھولا بھی دیکھا کہ جس میں تقریباً چھ ماہ کے بچے کا کرتہ رکھا ہوا تھا اور کچھ خواتین اپنے ننھے بچوں کو بڑی عقیدت کے ساتھ اس جھولے کے پاس لے کر آتی تھیں۔

اسی جھولے کے ساتھ ہی ایک سیج سی بنی ہوئی تھی، جس کو مختلف رنگوں کے کپڑوں اور مصنوعی پھولوں سے سجایا گیا تھا، ساتھ ہی کچھ بندوں نے اپنے کندھوں پر کسی ولی

اللہ کے روضے کی شبیہ اٹھائی ہوئی تھی، لوگ دیوانہ وار اس شبیہ کو چوم رہے تھے۔

میں ان کی عقیدت کا یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ میری نظر ایک گھوڑے پر پڑی جو اس شبیہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور اس کے جسم پہ ایک سفید رنگ کی چادر تھی، جس پر سرخ رنگ کے خون کی طرح کے دھبے تھے، شاید کسی نے رنگ وغیرہ کے چھینٹے اس پر ڈالے تھے، اسی چادر پر خالی زین بھی رکھی گئی تھی، میں نے دیکھا کہ جلوس میں کچھ جوان کالے کپڑے پہنے ہوئے اور سروں پر پٹیاں باندھے صف آرا ہیں اور بڑے زور سے سینہ کوبی کر رہے ہیں۔

انہیں صفوں کے سامنے پانچ چھ جوانوں کا ایک حلقہ تھا جو ایک دائرے میں کھڑے ہو کر ترنّم کے ساتھ کچھ پڑھ رہے تھے۔

پڑھنے والوں کی آواز اتنی پرسوز تھی کہ در و دیوار غم میں ڈوب گئے تھے۔

اسی اثنا میں سارا ہجوم آہستہ آہستہ ایک چوک تک پہنچا، ایک دم اذان کی آواز آنے لگی، صفیں بننے لگیں سارے کا سارا ہجوم صفوں میں سما گیا، خاص قسم کا لباس پہنے ایک مولانا صاحب کہیں سے نمودار ہوئے شاید اسی جلوس کے ساتھ تھے، نماز شروع ہوئی تو کچھ لوگ نماز کے بجائے ارد گرد بیٹھے رہے، جونہی نماز ختم ہوئی، چوک کے کونے پر لگے ہوئے مائیک سے کسی نے سب سے بیٹھ جانے کی اپیل کی، دیکھتے ہی دیکھتے سارے لوگ چوک میں ہی بیٹھ گے، مائیک کے سامنے ایک میز تھی، میں اسی میز کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک بندہ مائیک کے سامنے کھڑا ہو گیا، اس نے کچھ دیر عربی میں کچھ پڑھا اور پھر کہنے لگا کہ آج حق و باطل کی پہچان کا دن ہے، آپ لوگوں کا گھروں سے نکل کر اس ہجوم میں شریک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ لوگ آج اس سخت ترین دور میں بھی حق کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔۔۔وغیرہ وغیرہ

کچھ دیر بعد اس پڑھنے والے نے کچھ ایسا پڑھا کہ لوگ زار و قطار رونے لگے، رونے کے بعد پھر ماتم شروع ہوا، اب مجھے زور کی بھوک محسوس ہوئی لیکن میں اب اس جلوس کے سحر میں گرفتار ہو چکا تھا، دل کسی طور بھی جلوس سے نکلنے پر آمادہ نہیں تھا، جونہی یہ ماتمی جلوس چوک سے تھوڑا آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ہجوم کے ایک کنارے پر پانی اور دوسری طرف کھانا تقسیم ہو رہا ہے، میں نے بھی دوسرے لوگوں کے ہمراہ کچھ کھایا پیا اور پھر اسی جلوس کے ہمراہ مختلف گلیوں سے ہوتا ہوا شام کے وقت ایک بہت ہی بڑے ہال میں داخل ہو گیا، لوگ اس ہال میں بیٹھ گے، ہال کے دروازے کے سامنے کی طرف ایک میز رکھی ہوئی تھی، جس پر کالے رنگ کا کپڑا پڑا ہوا تھا، ابھی میں یہ منظر دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک بندہ کرسی کو ہٹا کر لوگوں کے سامنے کھڑا ہو گیا، اس کے کھڑے ہوتے ہی لوگ رونے لگے اس نے درد بھری آواز میں کچھ پڑھا، گریے میں اور اضافہ ہوا

،اس نے کربلا کی داستان کو شعروں کی صورت میں پڑھنا شروع کیا،اس وقت یوں لگ رہا تھا کہ ان لوگوں کا سب کچھ لٹ چکا ہے، جیسے انہی کے جوان مار گے ہوں او ر انہی کے گھروں کو آگ لگائی گی ہو اور انہی کی خواتین کو قیدی بنایا گیا ہو۔

مجلس کے ختم ہوتے ہی میں بھی دیگر لوگوں کی طرح اپنے کام کو نکلا اور رات گئے گھر کو لوٹا۔

چند دن بڑے جوش و خروش سے اس جلوس کی روداد سب کو سناتا رہا،ایک دن شام کو محلے والی مسجد میں مولوی صاحب نے نماز کے بعد مجھے اپنے خصوصی حجرے میں آنے کو کہا،میں نے مسجد سے متصل حجرے میں بڑے احترام سے حاضری دی اور بلانے کا سبب پوچھا۔

اس پر وہ بولے کہ سنا ہے کہ تم کسی جلوس وغیرہ میں گئے تھے۔میں نے کہا قبلہ میں کسی جلوس وغیرہ میں تو نہیں گیا البتہ بازار جاتے ہوئے جلوس ازراہ تفاق میرے راستے میں آگیا تھا۔

اس کے بعد میں نے سارا احوال مولوی صاحب کو سنا دیا۔مجھے امید تھی کہ مولوی صاحب بھی دیگر لوگوں کی طرح بہت محظوظ ہوئے ہوں گے لیکن میری بات ختم ہوتے ہی مولوی صاحب نے آستینیں چڑھالیں اور گرجدار آواز میں بولے !!!

اوئے نکمّے تو اس جلوس کے ساتھ کیوں چلتا رہا،اس جلوس کو دیکھنے سے ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

میں بہت پریشان ہوا کہ ابھی تو میرا نکاح ہی نہیں ہوا،دور دور تک اس کے کوئی امکانات بھی نہیں اور پھر نکاح سے پہلے ہی اگر نکاح ٹوٹ گیا تو گھر والوں کو کیا منہ دکھاوں گا۔

میں نے اس کے بعد نکاح سے پہلے ہی نکاح ٹوٹ جانے کے خوف سے اس جلوس کا ذکر کرنا ہی چھوڑ دیا۔

اب چند سالوں بعد جب میں گاوں گیا تو اتفاق سے اسی روڈ پر پھر وہی جلوس تھا،میں نکاح ٹوٹنے والی بات سوچ کر مسکرادیا اور پھر بے ساختہ اس جلوس کے ساتھ چلنا شروع ہو گیا۔

کچھ ہی دیر بعد میری نگاہ انہی مولانا صاحب پر پڑی ،وہ بھی ننگے پاوں جلوس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے،میں انہیں پہچانتے ہی ان کے قریب چلا گیا،جیسے ہی میں نے سلام کیا توانھوں نے بھی فوراً مجھے پہچان لیا،میں نے فورا کہا مولوی صاحب میرا نکاح تو بچپن میں ہی ٹوٹ گیا تھا،آپ کا نکاح کب۔۔۔!؟

پھر ہم دونوں ہنس پڑے اور دن بھر جلوس کے ساتھ رہے۔

مجھے سرزمینِ حرم سے پیار ہے

تحریر: ساجد گوندل

حادثہ جتنا نقصان دہ ہوتا ہے اتنا ہی دلخراش بھی۔ حادثے کی تلخی اس وقت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے جب اس سے سازش کی بو آنے لگے۔

موسمِ حج میں سانحہ منیٰ کے عنوان سے عین بیت اللہ میں جو دلخراش حادثہ پیش آیا، اس نے پورے جہانِ اسلام کو غمگین اور افسردہ کر دیا ہے۔

حج ایک عظیم اسلامی فریضہ ہے کہ جو اسلام نے اپنے ماننے والوں پر چند مخصوص شرائط کے ساتھ فرض کیا ہے۔ حج ایک ایسی عظیم عبادت ہے کہ جس میں انسان اللہ کی خاطر اپنے گھر سے اللہ کے گھر کی طرف ہجرت کرتا ہے، یعنی حج خدا کی راہ میں ہجرت کرنے کا نام ہے، جبکہ خود لفظ حج قدیم لغت عرب میں مطلقاً سفر کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے، لہٰذا بعد میں اسلام نے مکّے کی طرف سفر کرنے اور وہاں چند مخصوص عبادات انجام دینے کو حج کا نام دیا ہے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً 20 لاکھ فرزندان توحید لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہوئے حج کی نیت سے مکہ پہنچے، اس دوران مقام ابراہیمؑ کے قریب ایک بہت بڑی کرین گرنے سے 107 افراد لقمہ اجل بنے اور 400 کے قریب زخمی ہوئے۔

سوچنے کی بات ہے کہ اتنے بڑے حادثے کے باوجود سعودی سلطان اور شہزادے کیوں خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئے!؟ ہاں اگر آپ جاننا چاہتے ہیں تو جانیئے کہ سعودی سلطانوں اور وہابی نظریات کے ملاپ سے پوری دنیا میں طالبان اور داعش وغیرہ کے نام سے مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے کے بعد اب حاجیوں کا قتلِ عام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ یہ بادشاہت اور وہابیت کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے نہ کہ حادثہ۔ کرین والے حادثے کے زخم ابھی تازہ ہی تھے کہ منیٰ میں بھگدڑ مچنے سے مزید سینکڑوں حجّاج شہید ہوگئے۔ ایک عرب روزنامے الدیار کے مطابق یہ واقعہ سعودی ولیعد محمد بن سلمان (کہ جو سعودی وزیر دفاع بھی ہیں) کے شاہی پروٹوکول کی وجہ سے پیش آیا۔ الدیار کے مطابق شہزادے کے ساتھ 200 فوجی و 150 کے قریب پولیس اہلکار تھے اور ان کی گاڑیوں کا مخالف سمت سے تیزی کے ساتھ آنا، سبب بنا کہ حاجیوں میں خوف وہراس پیدا ہوا اور بھگدڑ مچی۔

مگر افسوس کی بات ہے کہ اس وقت دنیا بھر کا میڈیا مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد بتانے میں مصروف ہے، جبکہ آلِ سعود کے عقائد و نظریات اور اس واقعے میں آل سعود کے کردار کا ذکر نہیں کیا جا رہا، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر دنیا میں غلطی سے بھی کوئی جانور کسی گاڑی سے ٹکرا کر مر جائے تو میڈیا آسمان سر پر اٹھالیتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ گاڑی کی ٹکر

سے مر جانے والے جانور کو بھی میڈیا میں کوریج ملتی ہے، ڈرائیور کا میڈیا ٹرائل ہوتا ہے، لیکن سعودی عرب میں سینکڑوں حاجیوں کو کرین کے گرنے اور شاہی پروٹوکول کے بہانے سے داعشی اور طالبانی و وہابی نظریات کی بھینٹ چڑھا دیا گیا اور میڈیا اس بارے میں خاموش ہے۔

ہم یہاں پر یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ حجاج کرام کی شہادتوں کے پیچھے سعودی حکومت کے وہابی و سلفی عقائد کو ہر گز نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ وہابی اپنے عقائد کی روشنی میں دیگر تمام مسلمانون کو کافر کہتے ہیں اور ان کے قتل کو واجب سمجھتے ہیں۔ اس لئے حج کے موقع پر مسلمانوں کے اتنے بڑے اجتماع پر شبخون مارنا ان کے نزدیک عین جہاد بھی ہوسکتا ہے۔ عالمِ اسلام کو جان لینا چاہیئے کہ داعشی و طالبانی عقائد کے مطابق اس طرح سے شان و شوکت کے ساتھ حج منعقد کرنا بھی بدعت ہے اور اس طرح عقیدت کے ساتھ خانہ کعبہ کی دیواروں کے گرد چکر لگانا بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ سعودی عرب کے وہابی اس سے پہلے جنت البقیع جیسے کتنے ہی مقدس مقامات اور شام و عراق میں انبیا و اولیائے کرام کے مزارات کو مسمار کرچکے ہیں اور اس وقت بیت اللہ اور خصوصاً روضہ رسول ﷺ کی رونق ان سے دیکھی نہیں جارہی۔

اس وقت آلِ سعود نہ صرف یہ کہ اس واقعے کی ذمہ داری قبول نہیں کررہے بلکہ سعودی سرکاری خبر رساں ادارے کے مطابق سعودی مفتی و شہزادے ایک دوسرے کی پشت پناہی میں مصروف ہیں۔ جمعے کی شب محمد بن نائف (جو نائب وزیراعظم و حج کمیٹی کے سربراہ بھی ہیں) نے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ سے ملاقات کی ہے، جس میں مفتی اعظم نے شہزادے سے صاف الفاظ میں یہ کہا ہے کہ یہ جو کچھ ہوا ہے، آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں، یہ چیزیں انسانی کنٹرول میں ہی نہیں ہیں۔ یعنی مفتی صاحب کے بقول حاجیوں کی ان شہادتوں کے پیچھے اللہ کی مرضی ہے۔ اس وقت مظلوم حاجیوں کا خون او آئی سی سمیت تمام مسلمان اداروں اور تنظیموں سے یہ اپیل کررہا ہے کہ خدارا بیدار ہو جایئے، اس خونِ ناحق کو کرین کے پرزوں اور پروٹوکول کی گاڑیوں میں ڈھونڈنے کے بجائے شاہی خاندان کے وہابی و سلفی عقائد و نظریات میں ڈھونڈیئے۔ اگر ان مقاماتِ مقدسہ کو او آئی سی نے اپنی تحویل میں نہ لیا تو پھر داعش اور طالبان کے روحانی والدین یہاں مختلف بہانوں سے دیگر مسالک کے مسلمانوں کا خون بہاتے رہیں گے

دھرنے اور بھوک ہڑتال

تحریر: ساجد مطہری

عقل، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس کے ذریعے اچھائی اور برائی میں تمیز اور انسانی فطرت میں موجود مختلف غریزوں اور قوا کے درمیان اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ ان انسانی غریزوں اور قوا میں قوہ عضبیہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اگر قوہ عضبیہ میں افراط ہو جائے تو شخص فرعون، نمرود، یزید، حجاج، ہلاکو خان اور ہٹلر بن جاتا ہے اور اگر اس میں تفریط ہو جائے تو انسان مردہ لاش بن جاتا ہے، جو ہر طرح کے مظالم ڈھائے جانے پر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کو افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے معتدل زندگی گزارنی چاہیے، نہ اسے دوسروں پر ظلم کرنا چاہیے اور نہ ہی دوسروں کا ظلم سہنا چاہیے، بلکہ اگر دنیا میں کہیں بھی ظلم ہو رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ مظلوم کا ساتھ دے کر ظلم کے خلاف آواز بلند کرے۔ امام علی (ع) فرماتے ہیں: "کُونَا لِلظّالِمِ خَصْماً وَلِلْمَظْلُومِ عَوْناً" ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی بنو۔

عرصہ دراز سے مملکت پاکستان میں ایک منظّم منصوبے کے تحت پاکستانیوں کے حقوق کی پامالی اور نسل کشی ہو رہی ہے۔ ان سالوں میں کتنے سہاگ اجڑ چکے ہیں۔ کتنے بچے یتیم ہو چکے ہیں۔ کتنی بہنوں اور ماؤں کے راج دُلارے موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ کوئی پرساں حال نہیں ہے۔ دن رات دلدوز مناظر دیکھ دیکھ کر آنکھیں پتھرا گئی ہیں، انسانی ضمیر بے حس ہو چکا ہے۔ ایسے ایسے خونی منظر سامنے آتے ہیں، جنہیں دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، مگر ڈر کے مارے زبانیں گنگ ہو چکی ہیں اور زبانوں پر تالے لگ چکے ہیں، یہاں تک کہ مذمتی بیان بھی نہیں دیئے جاتے۔

ان حالات میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جنہیں ان مظالم پر چین نہیں آتا، ان کی نیندیں اڑ گئیں ہیں، وہ ذاتی آسائشوں کو ملحوظِ خاطر لائے بغیر میدان میں نکلے ہیں، وہ ملت پاکستانکے تحفظ کی آواز بلند کرتے ہوئے میدان میں ہیں، یقیناً وہ شیخ الحدیث طاہر القادری صاحب ہوں یا ایم ڈبلیو ایم کے سربراہ ،ان کا یہ احتجاج قابلِ تحسین ہے، کیونکہ ان دھرنوں اور بھوک ہڑتال کی وجہ سے ملت پاکستان کی آواز نہ صرف پاکستان کے ایوانوں تک بلکہ دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ چکی ہے۔

حق اور باطل کی یہ جنگ تو ہمیشہ جاری رہے گی، لیکن کم از کم اس احتجاج سے ملک کے بے ضمیر حکمرانوں کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ اتنی آسانی سے ملت پاکستان کے خون کا سودا نہیں کیا جا سکتا۔

اتنی عظیم ہدف کے باوجود دھرنے اور بھوک ہڑتال کی شرعی حیثیت کے حوالے سے بحث کرنا تحصیل حاصل ہے۔ تاہم شرعی حوالے سے اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لئے ہم یہاں دھرنے اور بھوک ہڑتال کے بعض پہلوں کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔

1۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھوک، پیاس اور مشقت برداشت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے احسان اور نیکی کرنے والوں میں سے شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں مشقت اور سختیاں سہنے والوں کے لئے اجر عظیم ہے، ساتھ ہی ساتھ اہل مدینہ کو توبیخ کر رہا ہے کہ کیوں انہوں نے فرمانِ رسول (ص) سے سرپیچی کی ہے اور ایسے اقدمات اٹھانے سے اجتناب کرتے ہیں، جن سے کافروں کو غصہ آئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ"، مدینہ والوں اور ان کے آس پاس دیہات کے رہنے والوں کو یہ مناسب نہیں تھا کہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ عزیز سمجھیں، یہ اس لئے ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں پیاس، تکلیف اور بھوک کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور کسی ایسی جگہ قدم نہیں رکھتے، جس سے کافروں کو غصہ آئے اور انہیں دشمنوں سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، مگر یہ ان کے لئے عمل صالح لکھا جاتا ہے، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

2۔ اگر امام عالی مقام حسین ابن علی (ع) کے تاریخی قیام کا جائزہ لیا جائے تو امام حسین (ع) نے اپنے قیام کا آغاز مدینہ منورہ سے کیا۔

آپ شعبان المعظم کے ابتداء میں مکہ پہنچے اور مکہ میں چار مہینے قیام کے دوران مسلمانوں کو اپنے مشن سے آگاہ کرتے رہے اور جب حجاج حج کا فریضہ ادا کرنے کے لئے مکہ کا رخ کرنے لگے تو امام حسین (ع) نے حج کو عمرہ میں تبدیل کیا اور کوفہ روانہ ہوئے۔ اس اقدام سے امام عالی مقام کا مقصد یہ تھا کہ میرے قیام سے سب مسلمانوں کو علم ہو جائے اور انکے ذہنوں میں سوال پیدا ہو جائے کہ بھلا کیوں فرزند رسول (ص) حج کے ایام میں خانہ کعبہ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ یوں سارے لوگ امام حسین (ع) کے قیام کے مقصد سے آگاہ ہوتے گئے۔ بالکل اسی طرح اپنے مولا و آقا کی سیرت پر چلتے ہوئے علامہ راجہ ناصر عباس نے بھی شیعہ نسل کشی اور شیعہ ٹارگٹ کلنگ کے خلاف دارالحکومت اسلام آباد میں دھرنا دیا ہے اور بھوک ہڑتال کی ہے، یوں اس اقدام سے انکی آواز پورے پاکستان میں گونج اٹھی ہے اور جیسا کہ بی بی زینب (س) نے شہداء کربلا کی شہادتوں اور مظلومیت کو چھپنے نہیں دیا، بی بی (س) کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قائدِ وحدت نے بھی شہداء پاکستان کی شہادتوں اور مظلومیت کو

اجاگر کیا اور آج انکی کوششوں سے اہل تشیع کو ہی پورے پاکستان کے شہیدوں کا وارث سمجھا جاتا ہے۔

3۔ اگر حالیہ بھوک ہڑتال کے فوائد اور نقصانات کا موازنہ کیا جائے تو بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ ہر آئے دن بے گناہ ڈاکٹرز، انجنئیرز، اسکالرز، سماجی اور سیاسی شخصیات کو چُن چُن کر قتل کیا جاتا ہے اور اتنی شہادتوں اور قربانیوں کے باوجود خوابِ غفلت میں سوئی پاکستانی قوم اپنے شہیدوں کے خون سے فائدہ نہیں اٹھاتی، لیکن اس کے برعکس اس دھرنے اور بھوک ہڑتال میں طاہر القادری صاحب اور راجہ ناصر عباس اور انکے کارکنوں نے گرمی اور بھوک کی سختی برداشت کی کر کے ملت پاکستان کی بیداری میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

اس کے علاوہ مختلف مکاتب فکر اور مختلف مسلکوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اظہار یکجہتی کے لئے ان کے دھرنوں میں شامل ہوئے، جس سے باہمی رواداری میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

4۔ حالیہ دھرنے اور بھوک ہڑتال کے حوالے سے ایم ڈبلیو ایم کے سربراہ کا کہنا تھا کہ "میں عوام کو سڑکوں پر نکال کر انہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا، میں اپنی ملت کی خاطر خود ہی بھوک اور گرمی برداشت کر رہا ہوں" ایثار اور فداکاری کا یہ درس انہوں نے اہل بیت (ع) کی پاک سیرت سے لیا ہے، جب اہل بیت (ع) نے تین دن روزہ رکھنے کے باوجود اپنے حصہ کی روٹیاں یتیم، مسکین اور قیدی کو دے دیں تو آیت نازل ہوئی "وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا☆اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَااُنُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآئً وَّ لَااَ شُکُوْرًا۔ وَیُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَیٰحُبِّہِمِسْکِینًاوَیَتِیمًاوَاَسِیرًا، إِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللَّہِ لَا نُرِیدُ مِنکُمْ جَزَاءً وَلَا شُکُورًا" اور باوجود یہ کہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے، فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تم کو خالص خدا کے لئے کھلاتے ہیں۔ نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں، نہ شکر گزاری کے طلبگار۔

دھرنے اور بھوک ہڑتال کے حوالے سے علماء کی سیرت

اپنے حق کے لئے آواز اٹھانا اور میدان میں آنا عقل سلیم کا تقاضا ہے، تاریخ میں ہمیں علماء کی سیرت میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جب مختلف مقامات پر علماء میدان آئے، دھرنے دیئے اور بھوک ہڑتالیں کیں۔ ذیل میں بطور اختصار چند تاریخی دھرنوں اور بھوک ہڑتالوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

1۔ رہبر انقلاب اسلامی سید علی خامنہ ای (دام ظلہ العالی) کی بھوک ہڑتال

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای (دام ظلہ العالی) کے فرزند ارجمند علامہ سید جواد خامنہ ای رہبر انقلاب کی زبان سے نقل کرتے ہیں کہ انقلاب اسلامی کی کامیابی سے پہلے ہم نے کئی مرتبہ جیل میں بھوک ہڑتال کی تھی۔

2۔امام موسٰی صدر کی بھوک ہڑتال

ڈاکٹر شہید چمران نقل کرتے ہیں کہ: امام موسٰی صدر نے لبنان میں شیعوں کے قتل عام کے خلاف 26 جون 1975ء کو بھوک ہڑتال کا اعلان کیا، امام موسٰی صدر کے اس اقدام کی حمایت میں جنوبی لبنان اور بعلبک سے ہزاروں کی تعداد میں شیعہ بیروت کا رخ کرنے لگے، تو اس کے رد عمل میں لبنان کی برسر اقتدار حکومت نے پٹرول پمپوں میں تیل سپلائی کرنا بند کر دیا، تاکہ لوگ بیروت نہ پہنچ سکیں اور جب عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بیروت کی طرف بڑھنے لگا تو کرفیو نافذ کیا گیا اور اعلان ہوا کہ جو بھی گھر سے باہر نکلے گا، اس کو گولی مار دی جائے گی۔ ان سخت حالات میں نہ صرف مسلمان بلکہ عیسائیوں نے بھی امام موسٰی صدر کا ساتھ دیا اور بھوک ہڑتال میں شریک ہوئے۔ بھوک ہڑتال کے چوتھے روز لبنان کے وزیراعظم، وزیر خارجہ، شام کے وزیر خارجہ، تحریک مقاومت کے سربراہ یاسر عرفات امام موسٰی صدر سے ملنے آئے اور یوں امام موسٰی صدر کے سارے مطالبات ماننے کی شرط پر بھوک ہڑتال ختم ہوئی۔

3۔ شہید نواب صفوی کی بھوک ہڑتال

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے تقریباً 25 سال پہلے فدائیان اسلام کے لیڈر علامہ سید مجتبیٰ نواب صفوی کو حجاب پر پابندی اور شراب نوشی کے خلاف تقریر کے جرم میں جیل بھیج دیا گیا۔ ان کے جیل میں جانے کے بعد فدائیان اسلام کے کارکنوں کی بڑے پیمانے پر گرفتاری عمل میں لائی گئیں، تو نواب صفوی نے اپنے ساتھیوں کی گرفتاری اور شاہ کے مظالم کے خلاف جیل میں بھوک ہڑتال شروع کی، چند دنوں کے بعد نواب صفوی کی حالت بگڑ گئی، لیکن آخرکار پانچ دنوں کی بھوک ہڑتال کے بعد ان کے ساتھیوں کو رہا کیا گیا اور ان کے مطالبات منظور ہوئے۔ شہید نواب صفوی ایک جوان عالم دین تھے، لیکن انکی انقلابی فکر اتنی عمیق تھی کہ انکے متعلق رہبر معظم فرماتے ہیں: "اولین جرقہ ہای انگیزش انقلاب اسلامی بہ وسیلہ نواب در من بہ وجود آمد" مجھ میں انقلاب کی ابتدائی چنگاری نواب صفوی کے ذریعے سے پیدا ہوئی۔

4۔ رہبر معظم، شہید بہشتی اور شہید مطہری کا تہران یونیورسٹی میں دھرنا

انقلاب اسلامی کی کامیابی سے تقریباً دو ہفتہ پہلے رہبر معظم، شہید بہشتی (رہ) اور شہید مطہری (رہ) نے اپنے ساتھیوں سمیت شاہنشاہی نظام کے خلاف تہران یونیورسٹی کی مسجد میں دھرنا دیا اور وہاں سے مشترکہ بیان جاری کیا کہ امام خمینی (رہ) کی وطن واپسی تک ہمارا احتجاج اور دھرنا جاری رہے گا۔ وہاں سے "تحصن" (دھرنا) نام سے مجلّہ شائع کیا گیا، یوں رفتہ رفتہ انکی آواز پورے ملک میں پھیل گئی، ایران کے مختلف شہروں میں مظاہرے ہوئے، تہران یونیورسٹی میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی، آخرکار انکی کاوشیں رنگ

لائیں اور دو ہفتوں کے بعد انقلاب اسلامی ایران کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

خوشی کا زہر کسی شیشۂ الم میں رہا

میرا شعور سدا وہم بیش و کم میں رہا

کسی نے چھین لی بیوہ کے سر سے چھاؤں مگر

فقیہ شہر عمامے کے پیچ و خم میں رہا

*دشمن ہمیں خوف زدہ اور معاشرے میں تنہا کرنا چاہتا ہے، ہم نے اس منصوبے کو بھی شکست دی ہے۔ آج پاکستان کے تمام طبقات ہمارے ساتھ یکجہتی کا اعلان کر رہے ہیں، سینکڑوں کلومیٹر کا سفر کرکے آتے ہیں، ان میں سنی بھی ہیں، سکھ بھی، عیسائی اور ہندو بھی۔ سیاسی اور غیر سیاسی بھی، سول سوسائٹی بھی مذہبی بھی اور لبرل بھی، یہ دشمن کی شکست ہے۔

اختتام

مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد (13 فروری،1835ء تا 26 مئی 1908ء) ہندوستان سے تعلق رکھنے والے ایک مذہبی شخصیت ہے۔

مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ نعوز باللہ وہ ہی مسیح موعود اور مہدی آخر الزمان ہیں، اور رفتہ رفتہ نبی ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔

1888ء میں، انہوں نے اعلان کیا کہ انہیں اللہ کی طرف سے لوگوں سے بیعت لے کر ایک جماعت بنانے کا حکم ملا ہے، اور اس طرح 23 مارچ،1889ء کو لدھیانہ میں پہلی بیعت لے کر جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی، بعد ازاں ذوالفقار علی بھٹو کے عہد میں پاکستان کی ایک عدالت نے ان کے پیروکاروں کو کافر قرار دے دیا۔

اس وقت پاکستان میں قادیانیوں کا سب سے اہم مرکز چنیوٹ کے نزدیک ربوہ ہے۔

امجد صابری کا قتل ضروری تھا؟!

سعید صابری

امجد صابری کا قتل ضروری تھا، ہمارے دشمنوں کے لئے اس کا قتل بہت ہی ضروری تھا، وہ ہمارے ملی دشمنوں کی نظر میں کانٹا بن کر کھٹکتا تھا، چونکہ امجد صابری ہمارا قومی ہیرو اور ملی سرمایہ تھا۔ اس لئے ہماری تاریخ میں ہمیشہ امجد صابری کا نام روشن رہے گا۔

کسی بھی قوم کو سلانے کے لئے اسے اس کی تاریخ سے جاہل رکھنا ضروری ہے۔اگر کسی کو لکیر کا فقیر بنانا ہو تو اسے تاریخ کی روشنی سے محروم کردیں۔تاریخ کے بغیر تجزیہ و تحلیل نہیں کیا جاسکتا اور تجزیہ و تحلیل کے بغیر سازشی عناصر، خود غرض شخصیات اور غدار کرداروں کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔

ہمارے ہاں بھی ایک مدت تک بعض لوگ اس بات پر زور دیتے رہے کہ تاریخ کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے، وہ لوگوں کو تاریخ کے قریب جانے سے ڈارتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ تاریخ کی ورق گردانی سے عظیم شخصیات کی توہین ہو جاتی ہے، ان کا دعویٰ تھا کہ جس نے ان سے بات کرنی ہے وہ قرآن و حدیث سے استدلال کرے۔

انہوں نے اس سلسلے میں کافی عرصے تک لوگوں کی ذہن سازی کی، جب انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو تاریخ سے دور کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں تو پھر اس فرصت سے فائدہ اٹھانے کے لئے میدان میں اتر پڑے۔وہ لوگ اب ایسی کتابوں کا ایڈریس دیتے ہیں جو یا تو تازہ تازہ انہوں نے خود لکھی ہیں، یا پھر لکھی بھی نہیں ہیں اور خیالی کتاب کا ایڈریس دے کر لوگوں کو الو بناتے ہیں۔

-

خلاصہ یہ کہ اب ملت پاکستان کے ساتھ نظریاتی جنگ کا نقشہ کچھ یوں کھینچا گیا ہے کہ لوگوں کو تاریخ سے دور کرنے کے بعد اپنی پسند کی تاریخ گھڑ کر پیش کی جائے۔

کچھ دن پہلے ایک صاحب نے فیس بک پر اسی طرح کی ایک تحریر لکھی جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ ۱۹۶۵ کی پاک ہند جنگ میں 7000 میں سے 6800 افراد جو شہید ہوے، ان کا تعلق فلاں مکتب سے تھا، انہوں نے یہ بھی اظہار کیا کہ اس طرح ہمارے مکتب کا پاکستان پر بہت بڑا احسان ہے۔

چند دن پہلے اس تحریر کے نیچے کسی نے کمنٹس دیئے تھے کہ اگر 1965 کی جنگ میں آپ کے اتنے لوگ مارے گئے تو ان میں سے کتنوں کو نشان حیدر ملا ہے؟؟؟؟اس کے بعد وہ پیج ہٹا دیا گیا۔

اسی طرح یہ لوگ تقیہ کو منافقت سے تعبیر کرتے ہیں اور اہل تشیع کی طرف نسبت دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ تقیہ اس زمانے میں حرام ہے۔تو اس کے جواب میں کسی نے لکھا کہ مولانہ عبدالعزیز نے جو کیا وہ کیا تھا؟؟؟اس کے بعد فوراوہ پیج بھی ہٹادیا گیا یا پھر متعہ کے بارے میں ان کی تبلیغات ہوتی ہیں کہ شیعہ زنا کو متعہ کہتے ہیں اس کے جواب میں کسی نے پوچھا کہ جو آپ لوگ جو نکاح مسیار کرتے ہیں وہ کیا ہے؟؟؟؟؟پھر یہاں بھی ان کی بولتی بند ہو گئی۔

بات کرنے کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کو فوراً مختصر اور مفید جواب دینا چاہیے۔اس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد تک پیغام پہنچ جاتا ہے ورنہ سادہ لوح عوام یہی سمجھتی ہے کہ کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

علمی اور تاریخی دنیا میں مکاری اور بددیانتی کے ساتھ ساتھ یہ لوگ میدان جنگ میں بھی لومڑانہ چالوں کے عادی ہیں۔افغانستان میں انہیں طالبان کی صورت میں جب حکومت ملی تو انہوں نے یہودیوں کی طرح مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا تو عوام نے مل کر ان کی لٹیا ڈبو دی۔

ان کے آج کل کے ہیرو افراد میں سے ایک بڑا نام آنجہانی اسامہ بن لادن جی کا ہے،وہ جیتے جی پہاڑوں میں ہی چھپے رہے اور اب بھی لوگ یہی کہتے ہیں کہ ان کو نہیں مارا گیا یہ سب ایک ڈرامہ تھا۔یہ اتنے بہادر ہیں کہ ان کے ہیرو ملا عمر اور اعظم طارق کی طرح جب تک زندہ رہتے ہیں پتہ نہیں چلتا کہ چوہوں کی طرح کس سوراخ میں چھپے بیٹھے ہیں۔

ان کے ایک اور بھگوان جی کا نام مولوی عبدالعزیز ہے جو خطرہ محسوس کرتے ہی فورا برقعہ پہن لیتے ہیں۔اب رہی بات میاں طاہر اشرفی کی تو ان کے پینے پلانے کے چرچے تو زبان زد عام ہیں۔

ان کی مکاریوں کے چند ایک نمونے ملاحظہ فرمائیں:۔

یہ شیعوں اور سنیوں کو لڑانے میں اور دونوں کے خلاف پروپیگندہ کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں لہٰذا دونوں مسالک کو ان لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔پہلے اہل تشیع کے ساتھ ان کے مکروفریب کی بات کریں گے پھر اہل سنت کا ذکر کریں گے۔

ا۔ایک لمبی مدت تک یہ شیعوں کے پیچھے پڑے رہے کہ عزاداری کرنا حرام ہے جو بھی عزاداری سننے جاے گا اس کا نکاح ٹوٹ جاے گا۔انہوں نے محرم کے جلوسوں میں بم دھماکے بھی کیے۔اور ہر حربہ استعمال کیا عزاداری کو روکنے کے لیے۔لیکن جب دیکھا کہ اس میں وہ بری طرح ذلیل ہو گے ہیں تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت 1 محرم کو ہوئی ہے اور ہم محرم کے 10 دن عشرہ مبشرہ منائیں گئے۔

یہاں سوال یہ ہے کل تک عزاداری میں شرکت حرام تھی اور اس سے نکاح ٹوٹتا تھا اب کیسے سارا معاملہ سیٹ ہو گیا۔ حرام حلال ہو گیا۔

2۔ چند سال پہلے انہوں نے صحیفہ سجادیہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ کے نام سے چھاپا لیکن جلد ہی ان کی سازش ناکام ہو گئی ۔

3۔ جب کچھ عرصہ پہلے راولپنڈی میں انہوں نے 10 محرم کا جلوس روکنے کی کوشش کی تو پولیس والوں نے ان کے مولویوں سے پوچھا کہ تم لوگ کس چیز کا جلوس نکال رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے شہداء کا چہلم منانے آئے ہیں تب پولیس والوں نے کہا کہ کل تک فاتحہ خوانی، چہلم یہ سب تمہارے ہاں بدعت تھی آج سب جائز ہو گیا؟؟؟؟

یوں ان کی یہ سازش بھی ناکام ہو گئی

4۔ کہتے ہیں کہ شیعوں کا کلمہ اور ہے امامت جزء کلمہ نہیں ہے پیامبر ص صرف لا الہ الااللہ محمد الرسول اللہ پڑھاتے تھے مسلمان ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے اس سے اوپر بدعت ہے اور اپنی من مانی۔ تو ہم یہ کہتے ہیں اگر اتنا کلمہ پڑھنے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے تو بعض صحابہ کو نہ ماننے سے کافر کیسے ؟؟؟ایک طرح سے تم اسے جزء کلمہ بنا رہے ہو۔ اگر کلمہ اتنا پیامبر نے یاد کروایا ہے تو صحابہ کی بات کہاں سے آ گئی ؟؟؟؟

اب اہل سنت والجماعت کے ساتھ ان کے مکر وفریب کا بھی کچھ ذکر ہو جائے

5۔ ویسے یہ کہتے ہیں ہم حدیث کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ فاتحہ بھی کسی مردے کے پیچھے نہیں پڑھتے۔ تو جناب یہ بتائیں کہ اسرائیل کی حمایت کرنے کے لئے کونسی حدیث ہے؟

ابن تیمیہ کی قبر نہ گرانے پر کون سی نص موجود ہے؟---

صحابہ کرامؓ اور اولیائے کرام کے مزارات اور قائداعظم کی ریذیڈنسی پر حملے کرنے والو! حق نواز جھنگوی کی قبر کو آگ لگانے سے تمہیں کس حدیث نے منع کیا ہے؟

6۔ ان کے نزدیک دین کو سمجھنا ہے تو مکہ اور مدینہ کے لوگوں کو دیکھیں کہ کیسے عمل کرتے ہیں کیونکہ پیامبر ص مکہ میں رہے تو یہاں ہمارا سوال ہے کہ اگر یہ بات تھی تو عبدالعزیز کو مکہ اور مدینہ کو فتح کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی وہاں کے مسلمانوں کا قتل کیوں کیا؟؟؟

اب آئیں ان کے چیدہ چیدہ عقائد بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

ہم اس گروہ کے چیدہ چیدہ عقائد آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں تاکہ سنی اور شیعہ مسلمان ہوشیار اور متحد رہیں...

1۔ مرزائیوں اور خوارج کی طرح وہابی عقائد میں حضورِ اکرم (ص) کے صحابہ کرام (ر) اور اولیاءِ کرام (ر) کے مقدس مزارات نعوذ باللہ شرک کے مراکز ہیں۔ لہٰذا تمام

مزارات کو منہدم کرنا واجب ہے۔ اس سلسلے میں بری امام سے لے کر عبداللہ شاہ غازی اور داتا دربار سے لے کر جنّت البقیع تک یہ اپنی مذموم کارروائیاں کر چکے ہیں۔

2۔ مرزائیوں اور خوارج کی طرح ان کے نزدیک بھی سنّی اور شیعہ دونوں ہی کافر اور مشرک ہیں اور دونوں کا خون بہانا جنّت میں جانے کا باعث ہے۔ اس بات کا ثبوت ان کے فتوؤں سے بھی ملتا ہے اور ان کے خودکش حملہ آوروں کے بیانات سے بھی۔

3۔ مرزائیوں اور خوارج کی طرح ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دعا مانگنا حتّیٰ کہ مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ پڑھنا بھی شرک اور کفر ہے۔

4۔ مرزائیوں اور خوارج کی طرح ختمِ نبوّت کی توہین ان کا بھی مسّلمہ عقیدہ ہے۔ ان کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ (ص) بھی ہماری طرح کے انسان ہیں اور جو شخص ان کی فضیلت کا قائل ہے، وہ بھی مشرک اور کافر ہے۔[1]

5۔ بالکل مرزائیوں اور خارجیوں کی طرح ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ یزید حق پر تھا اور نعوذ باللہ حضرت امام عالی مقام حسین (ع) کا قیام باطل پر تھا۔

6۔ یہ لوگ مرزائیوں اور خوارج کی طرح اپنے اکابرین کو نعوذ باللہ حضور اکرم (ص) اور ان کے اصحاب سے افضل جانتے ہیں۔[2]

7۔ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باسیوں سے فطری طور پر کینہ اور بغض رکھتے ہیں اور انہیں پاکستان کا امن و امان ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ پاکستانی فوجیوں کے گلے کاٹنے سے لے کر خودکش حملوں تک سب کچھ باقاعدہ منصوبہ بندی سے کرتے ہیں۔

8۔ مرزائیوں اور خوارج کی مانند اللہ ہی اللہ اور اسلام ہی اسلام جیسی چکنی چپڑی باتیں کرکے مرزائیوں کی طرح مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان کی مساجد پر قبضہ کرنا، ان کی سیاست کا عملی حصّہ ہے۔

9۔ مرزائیوں کی مانند ان کے ہاں اولیاء کرام کی کرامات بدعات اور خرافات ہیں، جبکہ اپنے اکابرین کے ہاتھوں سے معجزات رونما ہونے کے بھی معتقد ہیں۔[3]

10۔ مرزائیوں اور خوارج کی طرح صرف یہ خود مسلمان ہیں، ان کے سوا باقی سب گمراہ ہیں۔ اس لئے یہ جسے چاہیں قتل کر دیں، یہ مجاہدین اسلام ہیں اور انہیں حق ہے کہ یہ دیگر لوگوں کا قتلِ عام کریں۔

11۔ مرزائیوں اور خوارج کی طرح خود کو مسلمانوں کی صفوں میں گھسانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر عالمِ اسلام کو فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔[4]

12۔ ان کے فتووں اور سوچ کے مطابق "پاکستان، کافرستان، پاک فوج ناپاک فوج ہے اور قائدِاعظم، کافرِ اعظم ہیں۔

13۔خوارج کی طرح مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریّت کو بھڑکا کراپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا،ان کا معمول ہے۔ جیسا کہ ایک طرف تو انہوں نے "تحفظ ناموس صحابہ" کا ڈھونگ رچا کر سادہ لوح مسلمانوں کو مشتعل کیااور دوسری طرف جنّت البقیع میں صحابہ کرام کے مزرات کو مکمل طور پر منہدم کر دیا۔

اسی طرح انہوں نے ایک طرف تو "تحفّظ ختمِ نبوّت" کے نام پر گلے پھاڑ پھاڑ کر لوگوں کی توجہ حاصل کی اور پھر سادہ لوح لوگوں میں اس عقیدے کی تبلیغ کی کہ حضرت محمد رسول اللہ (ص) بھی ہمارے جیسے بشر اور آدمی ہیں۔

14۔ یہ مرزائیوں کی مانند دنیاکے ہر کونے اور ہر گوشے میں ہر اس شخص، تنظیم اور تحریک کے خلاف ہیں، جو امریکہ اور اسرائیل کے خلاف ہے اور ہر اس ٹولے کے ساتھ ہیں جو امریکہ اور اسرائیل کا حامی ہے۔

یہ حماس سمیت فلسطینی عوام کے خلاف ہیں اور اسرائیل کے ظالم حکمرانوں کے ساتھ ہیں۔

اسی طرح افغانستان کی عوامی آواز کے خلاف ہیں، جبکہ شدّت پسند ٹولوں کے ساتھ ہیں۔ یہ جس طرح عید میلاد النبی (ص) کے جلوسوں سے گھبراتے ہیں، اسی طرح یوم القدس کی ریلیوں سے بھی سراسیمہ ہو جاتے ہیں، چونکہ ان جلوسوں اور ریلیوں سے ایک طرف تو لوگوں میں عشقِ رسول (ص) موجزن ہوتا ہے اور دوسری طرف ملّت اسلامیہ بیدار ہوتی ہے۔ قادیانیوں کی طرح یہ نہیں چاہتے کہ ملّت اسلامیہ بیدار ہو کر آمریّت اور ڈکٹیٹر شپ کی ذلت سے نجات حاصل کرے۔

اب ہم اپنے قارئین سے انصاف کے نام پر بھیک مانگتے ہیں اور انسانیّت کے نام پر سوال کرتے ہیں کہ آپ چاہے سنّی ہوں یا شیعہ ان لوگوں کی سازشوں اور چالوں سے ہوشیار رہیں۔

آپ عراق، بحرین، یمن، لیبیا، تونس اور مصر سمیت پوری دنیا میں دیکھ لیں، یہ آج بھی مظلوم مسلمانوں کے خلاف ہر ڈکٹیٹر اور آمر کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

15۔ یہ پیغمبر اسلام صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے قطعاً منکر ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ سرکارِ دو عالم کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے، جبکہ دنیائے اسلام کے مایہ ناز محقق علامہ طاہر القادری کی تحقیق کے مطابق "شفاعت کے وجود کا مطلّقاً انکار صریح کفر ہے" نیز ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ شفاعت کا منکر مسلمات دین کا منکر ہے۔[5]

16۔ خلافت عثمانیہ سے غداری۔۔ جب اسلامی دنیا میں ترکوں نے فقہ حنفی کے تحت سلطنت عثمانیہ قائم کر رکھی

تھی اور خلافت عثمانیہ سامراج کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی تو ایسے میں انہوں نے خلافتِ عثمانیہ سے غداری کی اور خلافت پر کاری ضرب لگائی۔ میر جعفر اور میر صادق کے یہ پیروکار آج بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح ایک کانے شخص ملّا عمر کے پیروکار ہیں اور اپنے چہروں پر مجاہدین اسلام کا لیبل لگا کر عالم اسلام کی پشت میں خنجر گھونپ رہے ہیں۔

عراق میں جب تک صدام رہا یہ اس کی ناک کے بال بنے رہے۔ صدام کی آمریّت کے خلاف انہوں نے کبھی اعلان جہاد نہیں کیا اور جب عوام نے سیاسی فعالیّت شروع کی تو یہ عوام کے خلاف میدان میں اتر آئے۔

لیبیا میں قذافی جیسا آمر ایک لمبے عرصے تک برسرِ اقتدار رہا، اس کی آمریّت کو یہ خلافت اسلامیہ کہتے رہے، ان کے مفتیوں نے کبھی قذافی کی آمریّت کے خلاف طبلِ جہاد نہیں بجایا، لیکن جب وہاں کی عوام اپنے حقوق کے لئے اٹھی تو انہوں نے قذافی کی مدد کے لئے کمر کس لی۔ مصر میں کتنے ہی عرصے سے حسن مبارک جیسا مکروہ ڈکٹیٹر برسرِ اقتدار رہا، لیکن انہوں نے کبھی اس کے خلاف اعلانِ جہاد نہیں کیا، لیکن جب وہاں کی مسلمان عوام ڈکٹیٹر کے خلاف اٹھی تو یہ عوام کے خلاف میدان میں اتر آئے۔ تونس کے مسلمان کتنی ہی مظلومیّت کے دور سے گزرے، لیکن کبھی انہوں نے اپنی زبان پر تونس کے ڈکٹیٹر کے خلاف جہاد کا لفظ نہیں لایا۔ افغانستان میں اگر امریکہ اور سعودی عرب کی ڈکٹیٹر شپ کے زیرِ سایہ طالبانی آمریّت کی بات کی جائے تو یہ بغلیں بجانے لگتے ہیں، ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں، لیکن اگر افغانستان میں ایک آزاد عوامی اور اسلامی حکومت کی بات ہو تو ان کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ایران میں جب تک شہنشاہِ ایران برسرِ اقتدار رہا، انہوں نے کبھی اس کے خلاف اعلان جہاد نہیں کیا، لیکن جب وہاں اسلامی انقلاب آیا تو انہوں نے بانی انقلاب کے خلاف کفر کے فتوی بھی دیئے اور اسلامی انقلاب کو ناکام کرنے کے لئے امریکہ اور اسرائیل کی کھل کر مدد کی اور آج تک کر رہے ہیں۔

چلیں اب شام اور سعودی عرب کا ذکر کرتے ہیں، یہ نام نہاد مجاہدین شام کے شاہی خاندان کے خلاف ہیں اور سعودی عرب کے شاہی خاندان کی محبت ان کی توحید میں شامل ہے۔

سعودی عرب کے شاہی خاندان کی محبت سے ان کی توحید پرستی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شام کے شاہی خاندان سے ان کی دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کا شاہی خاندان اسرائیل اور امریکہ کا کٹر دشمن ہے، لیکن چونکہ سعودی عرب کا شاہی خاندان امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ کا مکمل طور پر ہم نوالہ و ہم پیالہ ہے، اس لئے سعودی شاہی خاندان کی محبّت ان کے نزدیک عین توحید پرستی اور خالص ایمان ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ہمارے دانش مند

نذر حافی

دانش مندی کی دو قسمیں ہیں، مسائل حل کرنا اور مسائل پیدا کرنا۔آپ کو یہ جان کر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ پوری دنیا میں دانشمند اقلیت میں پائے جاتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں اکثریت میں دستیاب ہیں۔مزے کی بات تو یہ ہے کہ پوری دنیاکے دانشمند ہمارے ہاں کے دانشمندوں کی محنت کی کمائی کھاتے ہیں۔چونکہ دیگر دنیاکے دانشمند مسائل حل کرتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں کے دانشمند مسائل پیدا کرتے ہیں۔

اگر ہمارے ہاں کے دانشمند اپناکام چھوڑ دیں تو دیگر ممالک کے دانشمندوں کو بھی بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔چونکہ اگر مسائل پیدا نہیں ہونگے تو وہ حل کیا کریں گے۔

ہمارے ہاں کچھ دانشمند ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک روز مرّہ کے مسائل کے بارے میں بالکل نہیں لکھنا چاہیے اُن کی دانش کے مطابق لکھنے لکھانے سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے ہیں ، نفرتیں پیدا ہوتی ہیں،دوریاں جنم لیتی ہیں اور غیبت وحسد کے دروازے کھل جاتے ہیں۔لہٰذا وہ ہمیں اکثر مسائل کا حل خاموشی اختیار کرنے ،منّت سماجت سے کام نکالنے اور حسبِ استطاعت کچھ لے دے کر معاملہ نمٹانے میں بتاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہمارے ہاں کے دانشمندوں کی ایک اور قسم بھی ہے ،یہ ایسے مہادانشمند ہیں کہ جو اصلاً دو جملے بھی نہیں لکھ سکتے،یا پھر خیر سے ایک جملہ بھی ٹھیک سے نہیں لکھ پاتے،البتہ اپنی باتوں سے یہ عالمِ امکان کو زیروزبر کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔یہ ہر جگہ اپنے آپ کو ہر فن مولا ثابت کرتے ہیں۔آپ دنیا کا کوئی مسئلہ ان کے سامنے پیش کریں یہ اس میں اپناسنہری تجربہ آپ کے سامنے رکھ دیں گے۔آپ خطابت کی بات کریں یہ اس میں مشورہ دیں گے ،آپ صوت و لحن کی بات کریں یہ اس میں اپنی ماہرانہ رائے سے نوازیں گے،آپ عالمی اقتصاد کے مسائل چھیڑیں یہ ان مسائل کی گتھیاں سلجھانے لگیں گے،آپ۔۔۔

اپنے اندر کے احساسِ کمتری کو چھپانے کے لئے ان کے پاس چند رٹے رٹائے جملے بھی ہوتے ہیں،مثلاً ہم تو تنظیمی ہیں،ہم تو انقلابی ہیں،ہم تو اتنا تجربہ رکھتے ہیں،ہم تو۔۔۔وغیرہ وغیرہ

سونے پر سہاگہ تو یہ ہے کہ ایسے دانشمند فیڈبیک کے بنیادی اصولوں سے بھی آگاہ نہیں ہوتے اور اگر کہیں پر اپنے کمنٹس کے ذریعے تیر مارنا بھی چاہیں تو سیدھا وہاں مارتے ہیں جہاں نہیں مارنا ہوتا۔

مثلاً اگر کوئی آدمی فوری طور پر کہیں سے رپورٹنگ کرے یا کوئی خبر نقل کرے کہ فلاں جگہ فلاں حادثے میں اتنے لوگ ہلاک ہوگئے ہیں تو ایسے دانشمند فوراً کمنٹس میں لکھیں گے کہ "ہلاک نہیں شہید ہوئے" اس کے بعد یہ بحث کو کھینچ کر ہلاک اور شہید میں الجھا دیں گے اور اصل مسئلہ ان کی قیل و قال میں ہی دفن ہوجائے گا۔

علاوہ ازیں ہمارے ہاں اس طرح کے دانشمند بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو سارے مسائل کو لغت اور اصطلاح کی روشنی میں کُلی طور پر حل کرنا چاہتے ہیں۔

مثلاًاگر کہیں پر شراب کی خرید و فروخت کا دھندہ ہورہاہو اور آپ اس کے خلاف آواز اٹھائیں یا کوئی میدانی تحقیق کریں تو فوراً یہ دانشمند ناراض ہوجاتے ہیں۔ان کے نزدیک شراب فروشی اور شراب خوری کا علاج یہ ہے کہ آپ زمینی تحقیق کرنے کے بجائے شراب پر ایک علمی مقالہ اس طرح سے لکھیں:۔

شراب در لغت۔۔۔۔شراب در اصطلاح۔۔۔۔شراب کا تاریخچہ۔۔۔۔شراب کے طبّی فوائد و نقصانات۔۔۔دینِ اسلام میں شراب کی حرمت۔۔۔۔شرابی کے لئے دنیا و آخرت کی سزائیں۔۔۔اور آخر میں حوالہ جات

آپ انہیں لاکھ سمجھائیں کہ قبلہ میڈیا میں میڈیم کے بغیر لکھا ہوا ایسے ہی ہے جیسے آپ نے کچھ لکھا ہی نہیں لیکن وہ اپنی ہی بات پر ڈٹے رہیں گے۔

اس کے علاوہ بھی ہمارے ہاں دانشمندوں کی ایک بہت ہی نایاب قسم بھی پائی جاتی ہے۔یہ تعداد میں جتنے کم ہیں معاملات کو بگاڑنے میں اتنے ہی ماہر ہیں۔یہ ایک چھوٹے سے مسئلے کو پہلے بڑھا چڑھا کر بہت بڑا بناتے ہیں اور پھر آخر میں اس کا حل ایک چھوٹی سی مذمت کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

مثلاً اگر اسلام آباد میں کہیں پر خود کش دھماکہ ہوجائے اور آپ علاقے کو فوکس کرکے وہاں کے سیاستدانوں،بیوروکریسی,مقامی مشکوک افراد اور دیگر متعلقہ لوگوں اور اداروں کے بارے میں زبان کھولیں تو ہمارے ہاں کے یہ نایاب دانشمند فوراً ناراض ہوکر میدان میں کود پڑتے ہیں۔

اس وقت ان کے بیانات کچھ اس طرح کے ہوتے ہیں:

خود کش دھماکے کہاں نہیں ہورہے،پاکستان ،عراق،شام ،افغانستان وغیرہ وغیرہ۔یہ ایک عالمی مسئلہ ہے اور ان دھماکوں میں مارے جانے والے لوگوں کی اپنی غفلت کا بھی بہت عمل دخل ہے۔لوگ خود بھی اپنے ارد گرد کھڑی گاڑیوں ،موٹر سائیکلوں اور مشکوک

افراد پر نگاہ نہیں رکھتے، ہم عوام کی غفلت کی مذمّت کرتے ہیں۔

یہ پہلے چھوٹی سی بات کو گھمبیر بناتے ہیں، ایک سادہ سے مسئلے کو پیچیدہ کرتے ہیں، کسی بھی مقامی ایشو کے ڈانڈے بین الاقوامی مسائل سے جوڑتے ہیں اور آخر میں ایک سطر کا مذمتی بیان دے کر یا لکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔

میں ان کی ایک مثال اور دینا چاہوں گا کہ مثلاً آپ انہیں کہیں کہ پاکستان کے فلاں علاقے میں ایک مافیا رشوت کا بازار گرم کئے ہوئے ہے۔یعنی فلاں جگہ پر مافیا انسانوں کا خون پی رہاہے۔

اس کے بعد ہمارے ہاں کے " نایاب دانشمند "کچھ اس طرح سے قلمطراز ہونگے کہ **دنیا میں جب تک پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہوتا اس وقت تک لوگ ایک دوسرے کا خون پینے پر مجبور ہیں۔یہی صورتحال پاکستان سمیت متعدد ترقی پذیر ممالک میں ہے۔دنیا میں جہاں جہاں پینے کا صاف پانی میسّر نہیں ہم وہاں کے محکمہ واٹر سپلائی کی مذمت کرتے ہیں۔**

اب آیئے دانشمندوں کی ایک اور جماعت کا حال بھی جانئے۔یہ دانشمند تبلیغی جماعت والوں کی طرح ہر وقت بوریا بستر باندھ کر دوسروں کی اصلاح کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔فلاں نے یہ کہا،فلاں نے یوں کردیا،ان کے پاس مختلف علاقوں کی اہم شخصیات اور اداروں کے نقائص اور عیوب کا مکمل انسائیکلو پیڈیا ہوتا ہے۔المختصر انہیں یہ تو پتہ ہوتا ہے کہ فلاں روز فلاں مقام پر فلاں شخص شرم سے آب آب ہوگیا لیکن انہیں اپنی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی کہ ہم کتنے پانی میں ہیں!

یاد رہے کہ مذکورہ اقسام کے علاوہ بھی ہمارے ہاں دانشمندوں کی ایک ایسی قسم پائی جاتی ہے جو شاید دنیا کے کسی دوسرے خطے میں نہ پائی جاتی ہو۔یہ ایسے دانشمند ہوتے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے صرف یہ مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ آپ کوئی مسئلہ بیان ہی نہیں کر سکتے۔

مثلاً اگر آپ یہ کہیں کہ فلاں جگہ پر پولیس والے ناکہ لگا کر رشوت لیتے ہیں تو یہ فوراً بولیں گے کہ اجی! ابھی ہم کل ہی تو آئے ہیں ،ہم سے تو کسی نے نہیں لی۔آپ انہیں لاکھ سمجھائیں کہ دانشمند صاحب آپ سے تو نہیں لی ،اس لئے آپ کا تو مسئلہ ہی نہیں ،آپ کیوں بول رہے ہیں، جن سے رشوت لی گئی ہے انہیں بولنے دیں،ان کا مسئلہ ہے۔لیکن یہ مجال ہے کہ خاموش ہوجائیں۔۔۔

ان کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے دو آدمی جوتا خریدنے اکٹھے دکان پر جائیں اور دونوں باری باری جوتے کو پہن کر چیک کریں۔

ان میں سے ایک کہے کہ یہ جوتا میرے پاوں میں پورا نہیں ہے جبکہ دوسرا چیخنے لگ جائے کہ میں نے ابھی پہن کر دیکھا ہے کہ پورا ہے۔

اب چیخنے والے کو کون سمجھائے کہ تم کیوں چیخ رہے ہو ،جس کو پورا نہیں ہے اسے بولنے دو اس کا مسئلہ ہے۔

قارئینِ کرام ! اپنے ہاں پائے جانے والے دانشمندوں کے بیانات، تقاریر، کمنٹس ،نگارشات اور تحقیقات کا جائزہ لیں اور پھر خوب ہنسیں،اس لئے کہ کہتے ہیں کہ ایک شخص اخبار پڑھتے ہوئے زور زور سے ہنس بھی رہا تھا، کسی نے پوچھا کہ بھائی کیا کوئی خاص خبر ہے، کیوں ہنس رہے ہو ،اس نے کہا میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ اس میں لکھا ہے کہ ہنسنے سے خون پیدا ہوتا ہے۔

اپنے دانشمندوں کی دانش مندی پر آپ بھی ہنسیے اور خون پیدا کیجئے۔

دادی ماں

فصاحت حسین

احمد غم اور افسوس کی حالت میں اپنی دادی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔پرانی یادوں کے ساتھ ساتھ آنسوؤں کا ایک سیلاب اس کی آنکھوں سے جاری تھا۔پردیس میں دادی کی موت کی خبر نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

کاغذات اور فائلوں سے بھری ہوئی ڈیسک پر سر رکھے ہوئے وہ اپنی دادی کو یاد کررہا تھا اور آنسو بہا رہا تھا، دادی ماں کے ساتھ گزارا ہوا ہر لمحہ ان کے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کی آنکھوں کے سامنے موجود تھا۔نہ تو یادیں دھندلی ہوئی تھیں اور نہ ہی ان کا چہرہ۔

دادی ماں اسے بہت چاہتی تھیں۔ویسے سب کی دادی محبت کرنے والی ہوتی ہیں لیکن احمد کو اپنی دادی کی چاہت بہت خاص اور الگ دکھائی دیتی تھی۔شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاپا اور امی دونوں سروس کرتے تھے اور وہ گھر کا اکلوتا بیٹا تھا۔ پاپا اور امی دونوں صبح آفس کے لئے نکل جاتے تھے اور شام میں لوٹ کر آتے تھے۔اسے اسکول کے لئے تیار کرنا، ٹفن دینا اور اسکول کی گاڑی میں بٹھانا دادی کا ہی کام تھا۔اسکول سے لوٹنے کے بعد بھی دوپہر کا کھانا اور پھر ٹیوشن پڑھانے والے ماسٹر صاحب کو چائے ناشتہ دینا بھی انہی کی ذمہ داری تھی۔

اس وجہ سے وہ دادی ماں سے بہت نزدیک ہوگیا تھا۔

وہ انہیں پریشان بھی بہت کرتا تھا۔کچھ شرارتیں سوچ کر احمد بہتے ہوئے آنسوؤں کے بیچ مسکرانے لگا۔

اسے دادی ماں کی جھریوں پر ہاتھ پھیرنا بہت اچھا لگتا تھا۔وہ جب بھی دادی ماں کو سوتے ہوئے یا کوئی کام کرتے ہوئے دیکھتا تو ان کے چہرے اور ہاتھ کی جھریوں کو چھوتا اور ان پر ہاتھ پھیرتا۔دادی ماں غصہ سے چلاتیں "ابھی تجھے بتاتی ہوں" اور جیسے ہی وہ یہ کہنے کے لئے اپنا منہ کھولتیں تو وہ بہت سنجیدہ ہوکر کہتا "ارے یہ کیا! آپ کے منہ میں تو دانت بھی نہیں ہیں۔آپ ضرور رات میں مٹھائی کھاتی ہوں گی اور برش کئے بغیر سوجاتی ہوں گی اور چوہے رات میں آکر

آپ کے دانت لے گئے" یہ سن کر تو دادی اپنی لاٹھی اٹھا لیتی تھیں۔ تب وہ ان سے کہتا تھا کہ "آپ مجھے بتا دیجئے کہ آپ نے کس طرح اپنی کھال ایسے بنا لی ہے تو میں بھی اپنی کھال اسی طرح کر لوں۔ پھر آپ کو پریشان نہیں کروں گا"۔ یہ کہتے کہتے وہ بھاگ کر دور نکل جاتا اور دادی تھوڑی دور لاٹھی اٹھا کر چلنے کے بعد کھڑی ہوجاتی تھیں۔ "اب جب میرے پاس آوگے تو بتاوں گی"

لیکن وہ جانتا تھا کہ دادی ماں سچ میں غصہ نہیں کرتی ہیں بلکہ شاید انہیں یہ اچھا بھی لگتا ہے۔اسی لئے تو بعد میں کچھ بھی نہیں کہتی تھیں۔

دادی ماں کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ وہ سب کو بیماری میں قرآن کی آیتیں لکھ کر دیتی تھیں۔ وہ کسی بھی بیمار کو خالی ہاتھ واپس نہیں جانے دیتی تھیں اور اسے کچھ نہ کچھ دے دیتی تھیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ خاص بات یہ تھی کہ انہیں جن بیماریوں کا نام بھی نہیں معلوم تھا بلکہ وہ نئی نئی بیماریاں جن کا نام سننے کے بعد بھی اسے دوہرا نہیں پاتی تھیں وہ ان بیماریوں کے لئے بھی کوئی نہ کوئی آیت ڈھونڈ کر دے ہی دیتی تھیں۔

اسی کے ساتھ اُسے اپنی ایک شرارت بھی یاد آگئی۔ اسے کھیل میں چوٹ لگ گئی تھی اور وہ دوا لینے کے لئے باہر جارہا تھا۔ تبھی دروازے پر رک اس نے کہا : "دادی ماں آپ اپنے میڈکل اسٹور سے کوئی دوا دے دیجئے نا"

"میرا کون سا میڈکل اسٹور ہے" دادی ماں نے اپنا چشمہ صحیح کرتے ہوئے کہا۔

"ارے وہی جس سے آپ سب کو دوائیں دیتی ہیں"۔ دادی ماں سمجھ گئی تھیں اور پھر تو دادی ماں کو دیکھنے والا تھا کہ انہوں نے کس تیزی سے اٹھ کر اپنی لاٹھی اٹھائی تھی۔ "آج بتاتی ہوں تجھے" اور کچھ دیر کے بعد وہ اس کے سر پر لاٹھی اٹھائے ہوئے تھیں اور وہ آگے آگے کان پکڑے ہوئے چل رہا تھا۔ قرآن کے پاس پہنچنے کے بعد انہوں نے کہا "چلو اسے چومو" اور اس نے چومنے سے پہلے کن انکھیوں سے دادی ماں کو دیکھا اور جلدی سے ڈر کر قرآن چوم لیا۔ "اب کبھی ایسی بات نہ سنوں" جی دادی ماں کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ شاید زندگی میں پہلی اور آخری بار دادی ماں سچ میں غصہ ہوئی تھیں اور اسے بھی پہلی بار ان سے ڈر لگا تھا۔

دوا لانے کے بعد پھر وہی احمد تھا اور اس کی وہی چاہنے والی دادی۔

دادی ماں نے ہی اسے قرآن پڑھنا سکھایا تھا اور سورہ حمد، انا اعطینا اور قل ھو اللہ یاد کرانے کے بعد آیت الکرسی یاد کرائی تھی۔

یہ سوچ کر اس نے ڈیسک پر رکھا ہوا قرآن کھول لیا اور آیت الکرسی نکال کر پڑھنے لگا۔

"اللہ لا الہ الا ھو" اللہ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جس کی عبادت کی جائے اور جسے خدا مانا جائے۔اس کا تو پہلا ہی جملہ بہت اہم ہے۔اگر اس جملہ کو پھیلا دیا جائے تو پورا اسلام بن جائے اور اگر پورے اسلام کو سمیٹ کر ایک جملہ میں بیان کرنا چاہیں تو یہی جملہ پیش کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ اسلام کے ہر عقیدہ اور عمل کی بنیاد یہی توحید یعنی ایک خدا کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ہے۔

توحید کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ خدا دو نہیں ہیں اور وہ صرف اور صرف ایک ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خالق اور مالک اور اس دنیا کو چلانے والا جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے وہ فقط اور فقط صرف خدا ہے۔

خدا کی طرف سے آنے والے ہر نبی اور معصوم اماموں نے یہی پیغام پہنچایا ہے۔

"حیّ اور قیوم" وہ زندہ ہے لیکن دوسروں کی طرح سے نہیں یعنی دوسری زندہ مخلوق کی زندگی اپنی نہیں ہے بلکہ انہیں یہ زندگی خدا نے دی ہے اور وہ اپنی زندگی باقی رکھنے کے لئے بھی خدا کی محتاج ہیں۔لیکن خدا ایسا نہیں ہے۔وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اور سب کو اس کی ضرورت ہے اور وہی سب کو باقی رکھے ہوئے ہے۔

"لا تاخذہ سنة ولا نوم" نہ تو اسے اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ہر زندہ مخلوق کو اونگھ اور نیند آتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت کام نہیں کرسکتے ہیں لیکن جو پوری دنیا کا چلانے والا ہو اسے تو ایسا ہی ہونا چاہئے کہ اسے اونگھ اور نیند نہ آئے ورنہ یہ دنیا ختم ہوجائے گی۔

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ **دوپہر کا شور شرابا ہو یا رات کا سناٹا؛ خدا کو کسی بھی وقت پکارا جاسکتا ہے اور اس سے ہر وقت گفتگو کی کی جاسکتی ہے۔**

"لہ ما فی السموات والارض" زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ خدا کا ہے۔یہ بھی بہت اہم جملہ ہے کیونکہ اگر ہم دل سے مان لیں کہ زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ خدا کا ہی ہے تو:

ہم میں دنیا کی ہر چیز کے بارے میں اپنی ذمہ داری کا احساس ہوگا کیونکہ یہ چیزیں ہماری یا ہمارے جیسے دوسروں کی نہیں بلکہ اصل میں خدا کی ہیں۔

ہم ہر کام اور ہر چیز کے بارے میں خدا پر بھروسہ کرنا سیکھ جائیں گے۔

ہمیں اس بات کا بھی احساس ہوجائے گا کہ ہم بھی خدا کے لئے ہی ہیں اور اسی کے بندے ہیں۔

"من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ" اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کرسکتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ شفاعت "پارٹی بازی" نہیں ہے۔شفاعت کا مطلب ہے

میڈیم بننا۔ انبیاء اور امام انسانوں تک خدا کا پیغام پہنچانے کا ذریعہ ہیں اور اس طرح وہ اس دنیا میں انسانوں کی شفاعت کرتے ہیں۔ اس پیغام پر عمل کرنے میں جو لوگ غلطیاں کردیتے ہیں، اور ان میں کچھ شرطیں پائی جاتی ہیں انبیاء اور ائمہ خدا کے سامنے ان کی شفاعت کریں گے۔

<u>شفاعت، شفاعت کرنے والے اور شفاعت ہونے والے کو ایک دوسرے سے نزدیک کرتی ہے اور اس طرح یہ شفاعت ہونے والے کی تربیت کا ایک ذریعہ ہے۔</u>

"یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم" عام طور سے شفاعت کرنے والے جس کی شفاعت کرتے ہیں اس کے بارے میں کوئی نئی بات پیش کردیتے ہیں لیکن خدا کے سامنے ایسا کچھ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ وہ شفاعت کرنے والوں کے بارے میں بھی جانتا ہے اور جن کی شفاعت کی جارہی ہے ان کے بارے میں بھی۔

"ولا یحیطون بشی من علمہ الا بما شاء" خدا جن باتوں کو جانتا ہے وہ ان باتوں کو نہیں جانتے ہیں مگر کچھ چیزیں ایسی ہیں جو خدا انہیں بتا دیتا ہے۔ شفاعت کرنے والوں کا علم بھی لمٹیڈ ہے اور ان کے پاس جو کچھ بھی علم ہے وہ خدا کا ہی دیا ہوا ہے۔

"وسع کرسیہ السموات والارض" زمین اور آسمان پر خدا کا کنٹرول ہے۔ اس دنیا کی کوئی بھی چیز اس کے علم، اس کی طاقت اور کنٹرول سے باہر نہیں ہے۔

"ولا یودہ حفظھما" وہ اس زمین اور آسمان کی حفاظت کرنے سے تھکتا بھی نہیں ہے۔ بہت سے بڑے بڑے کام کرنے والے تھک جاتے ہیں لیکن زمین اور آسمان کو بنانے اور انہیں باقی رکھنے والا خدا کبھی نہیں تھکتا ہے۔

"وھو العلی العظیم" ہاں ایسا خدا بہت بلند اور عظیم ہے۔

اور اب احمد سوچ رہا تھا کہ آیت الکرسی تو بہت اہم آیت ہے جس میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے روایتوں میں اس کی اتنی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے اور اسے ہر روز پڑھنے کے لئے کہا گیا ہے۔

یہ سوچتے ہوئے پھر احمد کو دادی ماں کی یاد آگئی جنہوں نے اسے آیت الکرسی یاد کرائی تھی اور اس نے دل ہی دل میں ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر نم آنکھوں کے ساتھ اس کا ثواب انہیں بخش دیا کہ شاید اس طرح ان کی محبتوں اور محنتوں کا کچھ حق ادا ہوسکے۔

اختتام

<u>عید میلاد النبی</u>

ربیع الاول کے مہینے میں عید میلاد النبی، یا جشن عید میلاد النبی یا صرف میلاد النبی یہ دن مسلمان ہر سال اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کی مناسبت سے مناتے ہیں۔

یکم ربیع الاول سے ہی مساجد اور دیگر مقامات پر میلاد النبی اور نعت خوانی (مدح رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی محافل شروع ہو جاتی ہیں جن علماءاکرام آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت، آپ کی ذات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ 12 ربیع الاول کو پاکستان میں یومِ میلادالنبی کی وجہ سے سرکاری طور پر عام تعطیل ہوتی ہے۔

مٹھاس

ن ح

کچھ سال پہلے کی بات ہے۔گاڑی چھانگامانگا سے گزر رہی تھی۔ میری ساتھ والی سیٹ پر کوئی اونگھ رہاتھا۔اچانک اونگھتے ہوئے شخص نے مجھے چٹکی کاٹی۔

ہوں ! میں چونک گیا۔

ابے صاحب ڈر گئے،اجنبی مسکراتے ہوئے بولا۔

نہیں تو!میں نے قدرے تکلف سے کام لیا۔

مجھے ۱۹۷۱کی ایک بات یاد آئی ہے۔سوچاآپ کو بھی سنا دوں۔اجنبی نے یہ کہتے ہوئے کسی قسم کا تکلف نہیں کیا۔اس نے بغیر کسی وقفے کے بات شروع کردی:

اس نے بتایاکہ میری جوانی کے دن تھے۔ایک مرتبہ کچھ دوستوں کے ساتھ مجھے چھانگامانگا آنا پڑا۔گھنے جنگل کے نزدیک کچھ لوگ ایک چھپّر ہوٹل میں چائے پی رہے تھے۔ہم دوست بھی ایک چارپائی پر بیٹھ گئے۔

موسم بھی گرم تھا اور موضوع بھی لسانی اور مذہبی فسادات کا چل رہاتھا،اخباروں کی طرح چائے کے کپ میں بھی گھٹن تھی اور گھٹن سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔اتنے میں ایک ملنگ پر ہماری نظر پڑی،لمبے لمبے بال،پھٹاہوا اور پرانا کرتا،گندھا اور بدبودار جسم،سوکھے ہوئے ہونٹ اور گردن میں خالی کشکول۔

ہم نے اسے بھی اپنے پاس بٹھالیا۔ملنگ خاموشی سے بیٹھ گیا،وہ ہماری باتیں ایسے سن رہاتھاجیسے بالکل نہیں سن رہا۔وہ چائے دانی سے کپ میں مسلسل چائے پہ چائے ڈال کر پیتا جا رہے تھااور بس۔۔۔

ہم بھی فسادات اور خون خرابے پر آنسو بہائے جا رہے تھے۔انسانی ہمدردی اور بھائی چارے کے لئے کئ مرتبہ ٹھنڈی آہیں ہمارے سینے سے ابھریں اور عرش اعظم سے ٹکرائیں۔

اس دوران کئ مرتبہ چائے میں چینی گھولتے ہوئے ملنگ کے چمچ کی ٹھن ٹھن سے ہم تھوڑے سے بیزار بھی ہوئے۔کچھ دیر بعد ہمیں احساس ہوا کہ ملنگ صاحب ہمیں تنگ کرنے کے لئے چمچ سے ٹھن ٹھن کر رہے ہیں۔

ایک دوست نے قدرے ناراحتی کے ساتھ ملنگ کو مخاطب کیا،باباجی آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں!؟

ملنگ نے چائے کی چسکی لی اور پھر بولا دیکھو بچو! انسان جب چھوٹا ہوتا ہے تو اس کی خواہشیں بھی چھوٹی ہوتی ہیں اور اس کے غم بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔وہ جلدی راضی ہوتا ہے اور جلدی ناراض لیکن جیسے جیسے بڑا

ہوتا جاتا ہے اس کی خواہشیں طولانی ، ناراضگیاں لمبی ، دوستیاں کم اور انانیت زیادہ ہو جاتی ہے۔

یہ کہہ کر ملنگ نے ایک مرتبہ پھر چینی کی چیچ کپ میں ڈالی اور ہلانی شروع کر دی اور پھر کہنے لگا کہ اگر میں ساری دنیا کی چینی خرید کر بھی پی جاوں تو کیا میں میٹھا ہو سکتا ہوں۔جب تک میرا دل داغدار رہے گا تب تک میری زبان کڑوی ہی رہے گی۔

اس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ایک شخص کے کے کاندھے تھپتھپا کر کہا تم ابھی جوان ہو !کوشش کرکےاندر کے کڑوے پن کو ختم کرو ، یہ ہمارے اندر اور باطن کا ذہر اور کڑوا پن ہے جو باہر کے ماحول کو مسموم کرتاہے۔

یہ کہہ کر ملنگ نے قریب کھڑے ٹرک کی طرف اشارہ کیا جس کے پیچھے بہت بڑا لکھا تھا:

آپ اچھے جگ اچھا۔

ملنگ اشارہ کر کے ہم سے دور چلاگیا،ہم نے بہت منتیں کیں،مزید چائے پلانے کے جھانسے دیے لیکن اس نے پھر زبان نہیں کھولی۔اور ہم اپنی زبانوں پر یہ جملہ لئے واپس آ گئے:

"آپ اچھے جگ اچھا"

یہ کہہ کر میرے ساتھ والے اجنبی نے اخبار میرے سامنے لہرایا،جس پر یہ خبر لگی تھی کہ مشہور قوال قاری سعید چشتی کو قتل کردیا گیا۔

میں ٹھٹھک کر بولا جو قوم ،سائنسدانوں،دانشوروں،قوالوں،ذاکروں،شاعروں اور ادیبوں کو بھی قتل کردے ،کیا اُس کی اصلاح پولیس کر سکتی ہے!؟

کیا اس کا ذہر مقدموں اور جیلوں سے ختم ہوسکتاہے!؟

کیا اس کے کڑوے پن کو عدالتیں ختم کر سکتی ہیں؟

اجنبی بولا نہیں ہر گز نہیں،یہ کہہ کر اس نے گاڑی سے باہر اشارہ کیا:

باہر تیل کا ایک ٹینکر کھڑا تھا،جس کے پیچھے جلی حروف میں لکھا تھا:

آپ اچھے---جگ اچھا

ہم دونوں نے یہ دیکھا اور مسکرا دیئے۔

جی ہاں! آپ اچھے تو جگ اچھا ورنہ اگر ہم ساری دنیا کی چینی خرید کر بھی پی جائیں تو میٹھے نہیں ہو سکتے۔

تکفیریت کا علمی تعارف

ساجد مطہری

"تکفیر" کفر سے مشتق ہے جس کے معنٰی کسی چیز کو چھپانا اور انکار کرنا ہے، جبکہ "تکفیر" کا اصطلاحی معنٰی یہ ہے کہ انسان دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھے۔

"تکفیر" کا آغاز امام علی (ع) کے دور خلافت سے شروع ہوا جب خوارج کے نام سے ایک فرقہ وجود میں آیا اور اس کے بعد ابن تیمیہ اپنے باطل افکار کی بنیاد پر معمولی سی اختلافات پر دیگر مسلمانوں کی تکفیر کرتے رہے، اس کے بعد محمد بن عبدالوہاب نے سعودی عرب کی پشت پناہی میں ابن تیمیہ کے تکفیری افکار کو ترویج اور تشہیر دی، جس کے نتائج آج طالبان، سپاہ صحابہ اور داعش کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

جہالت، باطل عقاید پر ہٹ دہرمی اور غرور و خود پسندی "تکفیر" کے بنیادی اسباب ہیں۔ تکفیری افکار کے مبانی بالکل پوچ اور حقیقت سے دور ہیں۔ جبکہ دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دینا قرآنی تعلیمات، سنت رسول (ص)، سیرت صحابہ کرم اور اہل سنت کے فقہی اور کلامی پیشواؤں کے نظریات کے ساتھ سازگاری نہیں رکھتی۔

گذشتہ چند دہائیوں سے مسلمان، تکفیریوں اور وہابیوں کے حملات کی زد میں ہیں؛ انہیں کافر سمجھ کر مارا جارہا ہے، اور ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم ڈھائے جارہے ہیں، انکی گناہ صرف یہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے پیروکار ہیں اور اہلبیتِ نبیؐ اور صحابہ کرامؓ سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔

اگر تکفیریوں کے عقائد کا علمی و تاریخی جائزہ لیا جائے تو ان کے عقائد خوارج سے ملتے جلتے ہیں، جو جنگ صفین کے بعد وجود میں آئے۔

انکی کوتاہ بینی کا آندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ انکے کفر کے فتاوی صرف شیعوں تک محدود نہیں، بلکہ انکی چھری کی دہار انتہائی تیز ہے کہ یہ معمولی سی بات پر اہل سنت کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔

ذیل میں تکفیریوں کے فکری مبانی کا جائزہ لیں گے اور بحث کریں گے کہ یہ کن وجوہات اور اسباب کی بناپر یہ دوسروں کو کافر قرار دے رہے ہیں اور ان کے عقائد کارد کیا ہے؟

اصطلاحات کی تشریح

ا۔ "کفر" کا معنیٰ و مفہوم

"کفر" کَفَرَ یکفُرُ سے ثلاثی مجرد کا مصدر ہے، جس کی معنیٰ کسی چیز کو مخفی اور پوشیدہ رکھنا اور کسی کے وجود سے انکار کرنا ہے۔

راغب اصفہانی لکھتا ہے: «الکفر فی اللغہ ستر الشیی...و اعظم الکفر جحود الوحدانیہ او الشریعہ او النبوہ» " 1 کسی چیز کے چھپانے کو "کفر" کہتے ہیں اور سب سے بڑا کفر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسی روشن حقیقت سے انکار کیا جائے۔

عظیم شیعہ مفسر اور محقق قرآن علامہ مصطفوی لکھتے ہیں؛ کسی چیز کے رد کرنے یا بے اعتنائی کو "کفر" کہتے ہیں جس کا نتیجہ برائت و بیزاری اور کسی چیز کا مٹانا یا چھپانا ہے۔ 2

لہذا جو شخص اتنی زیادہ نشانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وجود سے چشم پوشی اور انکار کر دیتا ہے اسے "کافر" کہا جاتا ہے۔

"تکفیر" کا لغوی معنیٰ

"تکفیر" کفر سے باب تفعیل کا مصدر ہے، یہ لفظ متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے، لیکن یہ لفظ قرآن مجید میں چودہ مقامات پر چھپانے کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے: جیسا کہ سورہ مائدہ آیہ ۱۲ میں ارشاد ہو رہا ہے: « وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ » وہ لوگ جو ایمان

1 ۔ راغب اصفہانی، المفردات، ص ۴۳۳۔

2 ۔ حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القران الکریم، مادہ کفر۔

لائے اور نیک اعمال بجالائے تو بیشک ہم ان کے گناہوں پر پردا ڈالیں گے۔

تکفیر کا اصطلاحی (فقہی) معنٰی

جبکہ فقہی اعتبار سے "تکفیر" متعدی کا معنٰی دیتا ہے، جس کے معنٰی دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھنا ہے۔ بطور مثال ہم یہاں دو نمونہ ذکر کرتے ہیں:

محمد بن عبدالوہاب لکھتا ہے:

«اصل دین الاسلام و قاعدتہ امران : الاول الامر بعبادہ اللہ ...و تکفیر من ترکہ » دین اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر استوار ہے، جن میں سے پہلی چیز اللہ تعالٰی کی عبادت کا حکم اور کافر سمجھتا ان لوگوں کو جو اللہ تعالٰی کی عبادت نہیں کرتے۔

عصر حاضر میں بعض تکفیری ٹولے دوسرے مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگا کر انکا قتل عام کر رہے ہیں۔

تکفیر کا دوسری معنٰی یہ ہے کہ انسان رکوع سے پہلے خم ہونے کے لئے اپنے سینے پر ہاتھ رکھنا ہے، اس سلسلے میں علامہ طریحی، مجمع البحرین میں لکھتے ہیں:

«التکفیر ان یخضع الانسان لغیرہ...والتکفیر فی الصلوہ ہو الانحناء الکثیر حالہ القیام قبل الرکوع » تکفیر یہ ہے کہ انسان دوسرے کے لئے خم ہو جائے۔۔۔ جبکہ نماز میں تکفیر کا معنٰی ہے کہ انسان رکوع سے پہلے قیام کی حالت میں بہت زیادہ خم ہو جائے۔3

شرک کا معنی و مفہوم

شرک بھی ثلاثی مجرد کا مصدر ہے جس کا معنی کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی بھی اعتبار سے شریک قرار دینا ہے، جبکہ اصطلاح میں اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی غیر کے شریک قرار دینے کو شرک کہتے ہیں، جو کفر کا سب سے آخری مرتبہ ہے۔4

3 ۔ طریحی، مجمع البحرین، ص53و54۔

4 ۔ راغب اصفہانی، المفردات، ص ۴۳۳۔

البتہ واضح رہے کہ بعض اوقات "کفر" کی جگہ "شرک" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، تاہم شرک کا اصل معنیٰ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے لیکن بعض اوقات عام استعمال میں "شرک" اور "کفر" مترادف بھی استعمال ہوتے ہیں۔

"تکفیر" کا تاریخی پس منظر

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جو بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالت ماب (ص) کی رسالت کی گواہی دے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہے، اس کی جان، مال اور آبرو محفوظ ہے، کسی دوسرے مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس کے بارے میں کفر اور شرک کا فتویٰ لگائے۔ لیکن صد افسوس آج کل بعض نااہل مسلمانوں نے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر دشمنوں کی سازشوں کے شکار ہو کر دوسرے مسلمانوں پر کفر اور شرک کا فتویٰ لگانے کا بازار گرم کر رکھا ہے، لیکن اگر اس مسئلے کا تاریخی پس منظر دیکھا جائے تو صدر اسلام میں خوارج ایسا گروہ تھا جو اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر کہتے تھے، جب جنگ صفین کے بعد امیر المؤمنین امام علی (ع) نے مسئلہ حکم کو تسلیم کیا تو یہ لوگ امام علیٰ (ع) کے مخالف ہو گئے اور کہنے لگے کہ نعوذ باللہ آنخضرت (ع) مسئلہ حکمیت تسلیم کرکے کافر ہو گئے ہیں لہٰذا اصرار کرنے لگے کہ وہ توبہ کریں۔5

طبری، ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ حکیم بن ابراہیم نامی ایک خارجی امام علی (ع) کے پاس آئے اور اس آیہ مجیدہ کی تلاوت کی: لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ6 یعنی گویا وہ امیر المؤمنین (ع) کو بتانے لگے کہ نعوذ باللہ آپ کافر ہو گئے ہیں تو امام علی (ع) نے جواب میں یہ آیہ مجیدہ پڑھی: فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ 7 یعنی پس صبر کرو اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

5 ۔ علامہ عسکري، معالم المدرستین، جلد ا، ص ۸۴۔

6 ۔ سورہ زمر، آیہ ۶۵۔

7 ۔ سورہ روم، آیہ ۶۰۔

خوارج کے خاتمے کے بعد انکے افکار بھی رفتہ رفتہ مٹ گئے اور تمام فرقوں کے مسلمان تمام تر اعتقادی اختلافات کے باوجود آپس میں پیار و محبت کے ساتھ زندگی گزارتے رہے، اگرچہ ہر زمانے میں ایسے کوتاہ بین اور کج فکر علماء ضرور موجود تھے جو تکفیری افکار رکھتے تھے، تاہم انہیں اپنے افکار کی ترویج کا موقع نہیں ملا، ابن تیمیہ کا تعلق بھی ایسے ہی علماء میں سے تھا، اسکی وفات کے بعد چھ سو سال اسکے افکار متروک رہے لیکن ۱۲۰۹ھ ق کو جب نجد کے ایک مفتی محمد بن عبدالوہاب نے آل سعود کی پشت پناہی میں "وہابیت" کے نام سے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی تو وہ ابن تیمیہ کے افکار کی ترویج و تشہیر کرنے لگے۔ آج "داعش" نام سے ان تکفیری افکار رکھنے والوں کی نیا چہرہ سامنے آگیا ہے جو دیگر تمام مسلمانوں پر نہ صرف کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں بلکہ ان کے قتل کو بھی مباح اور جائز سمجھتے ہیں۔

تکفیر کے اسباب

ا۔ جہالت اور نادانی

قرآنی تعلیمات اور رسول اکرم (ص) اور اہل بیت (ع) کی سنت سے جہالت انسان کو اس بات پر اکساتا ہے کہ وہ ہر اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگائے جو اس کے ساتھ ہم عقیدہ نہیں ہے۔

ابو حامد غزالی لکھتے ہیں:

المبادرۃ الی التکفیر انما تغلب علی طبایع من یغلب علیھم الجھل، [8] تکفیر کی طرف وہ لوگ گرایش پیدا کرتے ہیں جن پر جہالت کا غلبہ ہو۔

محمد بن علوی مالکی لکھتے ہیں:

من اعظم الفتن التی بلینا بھا من یدعی السّلفیہ و ھم ابعد الناس عن حقائقھا و آدابھا۔۔۔ فاشتغال العوام بمسایل العلمیۃ التی تحتاج الی اھلیۃ من اعظم الآفات، [9] سب سے بڑی آفت جس میں ہم مبتلا ہیں، وہ ان لوگوں کی جانب سے ہے جو سلفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ وہ سلفی عقائد اور آداب سے بالکل واقف نہیں ہے۔۔۔ تو عوام کا ایسے علمی

8۔ غزالی، ابو حامد، فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ، ص ۹۰۔

9۔ التحدیز من المجازفۃ بالتکفیر، ص ۵۴۔

مسایل میں الجھنا جس میں الجھنے کے لیے علمی صلاحیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے، سب سے عظیم آفات میں سے ہیں۔

۲۔ باطل عقاید اور افکار پر ہٹ دہرمی

دوسروں کی تکفیر کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ انسان کسی حق بات پر ڈٹ جانے کے، غلط عقاید اور افکار پر ہٹ دہرمی کرے، ایسا فعل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ص) کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ ہے، کیونکہ اسلام میں حق پر ڈٹ جانے کو معیار قرار دیا گیا ہے، اب کوئی بی جا تعصب کی بنیاد پر اپنے جاہلانہ عقاید پر ڈٹا رہے تو وہ دوسروں کی تکفیر کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۳۔ خود پسندی اور تکبر

مسلمانوں کی تکفیر کا ایک اور اہم سبب یہ ہے کہ انسان خود پسندی اور تکبر کا شکار ہو جائے۔اس سلسلے میں محمد بن علوی مالکی لکھتا ہے: من الظواهر التی تمیز بها هولاء المكفرون للمسلمینا اعجابهم بانفسهم و باعمالهم والعجب هوبدایة خطیرة، انه الكبر التی تمیز به اول كافر فی الخلق و هو ابلیس حیث رای انه خیر من آدم و اعجب بعمله ۔10 وہ چیزیں جن کی بنا پر تکفیری مسلمانوں کو آسانی کے ساتھ پہچانا جاتا ہے، یہ ہے کہ وہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ اور اپنے اعمال پر مغرور ہیں، حالانکہ تکبر سب سے بڑا خطرہ ہے، تکبر ایک ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے سب سے پہلے کافر یعنی ابلیس کی نشاندہی اور پہچان ہو گئی، جب وہ اپنے آپ کو حضرت آدم (ع) سے بہتر فرض کرنے لگے اور اپنے اعمال پر مغرور ہو گئے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تکبر اور خودپسندی کی مذمت کرتا رہا ہے۔ جیسا کہ خداوند متعال سورہ نحل میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّہُ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِینَ، 11 بے شک پروردیگار تکبر والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے: إِنَّ اللَّهَ

10۔ التحذیر من المجازفة بالتكفیر، ص ۵۴۔

11۔ سورہ نحل، آیہ ۲۳۔

لایحب مَن کانَ مختالًا فخُوراً، 12 بے شک اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو خود پسند اور متکبر ہو۔ایک اور مقام پر یوں خطاب ہو رہا ہے؛ إنّ الّذِینَ یَستَکبِرُونَ عَنْ عِبادَتِی سَیَدْخُلُونَ جَہَنَّمَ دَاخِرِینَ، 13 بے شک میرے بندوں میں سے جو لوگ تکبر اور خودپسندی کرے وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

لہٰذا مسلمانوں کو تکفیر کرنے والے خودپسندی اور تکبّر کے مرض میں مبتلا ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سچے اور حقیقی مسلمان تو صرف ہم ہیں اور مسلمانوں کے باقی سب فرقے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

تکفیریوں کے عقائد

تکفیری اور سلفی عقائد اور افکار رکھنے والے دوسروں کی تکفیر کو اس لیے جائز سمجھتے ہیں کیونکہ انکے عقاید اور افکار خالص توحید کے ساتھ سازگاری نہیں رکھتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ آیا دوسروں کے عقائد خالص توحید کے ساتھ سازگار ہیں یا نہیں؟!

تکفیریوں اور سلفیوں کا پہلا مبنیٰ: توحید الوہیی (عبادت میں یگانیت)

تکفیری اور سلفی گروہ، توحید الوہی پر بہت زور دیتے ہیں، توحید الوہی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے بھی عبادت اور پرستش کے لائق نہیں ہے، "الہ" کا لغوی معنیٰ حیرت ہے، یعنی وہ ذات جس میں تمام مخلوقات حیرت اور سرگردان ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حقیقت درک کرنے سے عاجز اور ناتوان ہیں۔14

تکفیریوں اور سلفیوں کے نزدیک توحید کے دو مرتبے ہیں (ا) مرتبہ ربوی (۲) توحید الوہی

محمد بن عبدالوہاب لکھتا ہے: توحید کی دو قسمیں ہیں، توحید ربوی اور توحید الوہی،----توحید ربوی یہ ہے کہ اس جہان

12۔ سورہ نساء، آیہ ۳٦۔

13۔ سورہ غافر، آیہ ۳٦۔

14 ۔ راغب اصفہانی، ص۲۱۔

کا خالق اور مدبّر صرف اللہ ہے، اللہ کی ذات کے سوا فرشتے، انبیاء کرام اور دوسرے تمام مخلوقات کا اس کائنات کی خلقت میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، یہ عقیدہ انتہائی اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کون ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے؟ کون کان اور آنکھ کا مالک ہے؟ کون ہے جو زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرتا ہے؟ تو وہ کہیں گےِ؛ اللہ 15 تاہم اس عقیدے کے باوجود بھی انسان اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ توحید الوہی کا عقیدہ نہ رکھے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا فرشتوں اور انبیاء الہی سمیت کسی بھی مخلوق کی عبادات اور پرستش نہ کی جائے۔16

ابن تیمیہ لکھتاہے: انبیاء کرام نے دنیا میں جس توحید کی پرچار کی وہ توحید الوہی تھی، یعنی یہ کہ انسان گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور صرف وہی ذات عبادت کے لائق ہے،---اور صرف یہ عقیدہ رکھنا کہ اس اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس دنیا کو خلق فرمایا ہے جو یکتا ہے، توحید نہیں ہے۔17

اس نظریے کی رو سے مسلمانوں کے اکثر عقائد اور اعمال چونکہ توحید الوہی کے ساتھ منافات رکھتے ہیں لہٰذا ان پر عقیدہ رکھنے سے انسان اسلام کے دائرے سے خارج ہو کر شرک کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

۲۔ تکفیریوں اور سلفیوں کا دوسرا مبنیٰ

تکفیریوں اور سلفیوں کی نظر میں عبادت کا دائرہ بہت وسیع ہے لہٰذا وہ ہر اس فعل کو شرک آمیز قرار دیتے ہیں جو کسی بھی حوالے سے عبادت کے ساتھ مشابہت اور مماثلت رکھتی ہو، جیسے، توسل، استغاثہ، قسم، نذر، مقدس مقامات کی زیارت کرنا، قبور پر فاتحہ خوانی کے لئے جانا، غیر خدا کو واسطہ قرار دینا---وغیرہ۔

---

15 ۔ سورہ یونس، آیہ ۳۱۔

16 ۔ ابن عبد الوھاب، في عقائد الاسلام، ص 3۔

17 ۔ فقيهي، وهابيان، ص 51 بہ نقل از: عبد الرحمن بن حسن، فتح المجید، ص 15و16۔

سلفی عالم دین القرعاوی نے لکھا ہے:

دس چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان دائرہ اسلام سے دائرہ شرک میں داخل ہو جاتا ہے، ا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی عبادت ۲۔ کسی غیر کو اللہ تعالیٰ سے تقرب کے لئے واسطہ قرار دینا، ۴۔ اسلام کے ساتھ دیگر مذاہب کو بھی حق سمجھنا، ۵۔ اسلامی تعلیمات کی مخالفت کرنا، ٦۔ دینی فرامین کا مذاق اڑانا، ۷۔ جادو گری ۸۔ مشرکوں کی مدد اور معاونت کرنا، ۹۔ اس بات پر عقیدہ رکھنا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہونا ممکن ہے، ۱۰۔ دین مبین اسلام سے روگردانی کرنا۔[18]

تکفیریوں اور سلفیوں کا تیسرا مبنیٰ: دعا اور عبادت میں ملازمہ

وہابیوں اور سلفیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا دوسری شے سے تمسک کرنا اور اسے مدد کے لئے پکارنا شرک شمار ہوتا ہے، لہٰذا اولیاء اللہ کی شفاعت کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

انہوں نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے چند قرآنی آیات سے تمسک کیا ہے:

ا۔ وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا[19] سجدوں کے مقامات صرف اللہ ہی کے لئے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی غیر کو مت پکارو۔

2-لہ دعوہ الحق والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لہم بشی[20] حقیقی دعوت اللہ کے لئے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں تو وہ انکی اجابت نہیں کر سکتے (انکی مرادیں پوری نہیں کر سکتے)

3-ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔[21] مجھے پکارو تو میں اپکی حاجت پوری کروں گا، بتحقیق وہ لوگ میری عبادت سے اعراض

18 ۔ القرعاوي، الواجبات المتحتمات المعرفہ، ص20۔

19 سورہ جن، آیہ ۱۸۔

20 ۔ سورہ رعد، آیہ ۱۴۔

21 ۔ سورہ غافر، آیہ ٦۰۔

کرتے ہیں عنقریب وہ زلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ سورہ اعراف، آیہ ۱۹۴ سے بھی یہ تاثر سامنے آتا ہے کہ دعا اور عبادت آپس میں مترادف ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں کہ عبادت کی ایک قسم دعا ہے اور چونکہ تمام مسلمان دن رات، خوشی اور غم میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں، پس اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دعا بھی عبادت کی ایک قسم ہے۔22

لہٰذا ان کے ہاں دیگر مسلمانوں کو کافر قرار دینا اس لیے جائز ہے کیونکہ وہ اولیاء کے مزارات پر دعا مانگتے رہتے ہیں۔

تکفیریوں کے فکری مبانی کی ردّ

پہلے مبنیٰ کی ردّ

تکفیریوں اور سلفیوں کا توحید عبادی پر اتنا زور دینا صحیح نہیں ہے بلکہ ہمیں توحید کے تمام مراتب کا لحاظ رکھنا چاہیے اور دوسری بات یہ ہے کہ شیعہ، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے شے کی عبادت کے قائل نہیں ہیں اور وہ بھی دیگر مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے توحید الوہی (عبادی) کے قائل ہیں، تاہم وہ توحید کے تمام مراتب کا لحاظ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں، جیسے توحید ذاتی، توحید صفاتی اور توحید افعالی، اور پھر ان میں سے ہر ایک کے مختلف مدارج اور مراتب ہیں، لہٰذا سلفیوں اور تکفیریوں کو صرف توحید عبادی پر زور دینے کے بجائے ان تمام مراتب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

دوسرے مبنیٰ کی ردّ

تکفیری اور سلفی ہر طرح کی تعظیم اور احترام کو عبادت سمجھتے ہیں لہٰذا فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی دوسری شے کی تعظیم کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

حالانکہ غور طلب بات یہ ہے کہ اس مبنیٰ کی بنیاد پر حضرت آدم (ع) کے لئے فرشتوں کا سجدہ کرنا اور جناب یوسف (ع) کے بھائیوں کا حضرت یوسف (ع) کی تعظیم کے لئے سر خم کر

22 ۔ محمد بن عبدالوہاب، فی عقاید الاسلام، ص ۱۷۔

لینا بھی کفر اور شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ حالانکہ اس اس عمل کی اللہ تعالیٰ تائید کر رہا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہو رہا ہے: فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ،23 پس انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کی تعظیم شرک ہے تو پھر (معاذ اللہ) فرشتے بھی حضرت آدم (ع) کی تعظیم کی وجہ سے مشرک ہو گئے ہیں۔

لہٰذا ہر قسم کی تعظیم اور احترام عبادت شمار نہیں ہوتی بلکہ عبادت یہ ہے کہ کسی ذات کو معبود اور لائق عبادت و پرستش سمجھ کر اس کے سامنے سر خم کیا جائے۔24

عبادت کے زمرے میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس فعل میں عبادت کے تمام ارکان موجود ہوں۔

عبادت کے ارکان

ا۔ معبود کی الوہیت کا عقیدہ رکھنا؛ یعنی جب کوئی شخص تعظیمی فعل بجا لا رہا ہے وہ معبود کی الوہیت کا عقیدہ بھی رکھتا ہو، یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مشرکوں کی اس وجہ سے مذمت کر رہا ہے کیونکہ وہ سورج اور چاند کی تعظیم کرتے وقت انکی الوہیت کا بھی عقیدہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ، آیا ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی معبود ہے، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ 25

۲۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا عقیدہ رکھنا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ،26

23۔ سورہ بقرہ، آیہ ۳۴۔

24۔ سبحانی، جعفر، آئین وہابیت، ص ۶۷۔

25۔ سورہ طور، آیہ ۴۳۔

26۔ سورہ بقرہ، آیہ ۲۱۔

اے لوگو! اپنے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے والے انسانوں کو پیدا کیا ہے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور پرستش اس لیے لازمی اور ضروری ہے کہ وہ ربّ ہے اور اس نے انسان کی تربیت اور پرورش کی ہے۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی دوسری چیز کی تعظیم سے کوئی شخص مشرک نہیں بن جاتا جب تک وہ اس کی ربوبیت کا عقیدہ نہ رکھے۔

تیسرے مبنیٰ کی ردّ

تکفیریوں کا دیگر مسلک کے لوگوں کو کافر قرار دینے کا ایک مبنیٰ یہ ہے کہ وہ دعا اور عبادت میں ملازمہ سمجھتے ہیں، یعنی کسی کو پکارنے کا مقصد یہ ہے کہ شخص اس کی عبادت کر رہا ہے تو جواب میں عرض یہ ہے کہ ہر قسم کی پکار کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ شخص اسے معبود سمجھ رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت نوح (ع) کی دعوت کو ان الفاظ میں بیان کر رہا ہے: رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّنَہَارًا [27]، بار الہا! میں اپنی قوم کو دن رات (حق کی) دعوت دیتا رہا۔

اس آیہ شریفہ میں حضرت نوح (ع) نے دن رات اپنی قوم کو راہِ حق کی طرف دعوت دی، اب اگر ہر قسم کی دعوت، پکار اور دعا شرک ہوتا تو (معاذ اللہ) حضرت نوح (ع) کا فعل بھی شرک ہے۔ (حاشا و کلا)

اگر قرآن مجید کی باقی آیتوں پر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ بہت شفاف الفاظ میں واضح کر رہا ہے کہ کسی غیر کو معبود اور لائق پرستش جان کر نہ پکارو، پس شرک تب بنتا ہے جب کسی کی معبود سمجھ کر تعظیم کی جائے، یہی وجہ ہے کہ جب بت پرست بتوں کی معبود سمجھ کر پوجا کرتے تھے اور ان سے شفاعت طلب کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے اس فعل کی مذمت کر رہا ہے اور انسانوں کو متوجہ کر رہا ہے کہ تم کیوں اس چیز کی عبادت اور پرستش کرتے ہو جو فنا ہونے والی ہے، اگر لائق پرستش ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

27۔ سورہ نوح، آیہ ۵۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے؛ وَلا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰہاً آخَرَ لا اِلٰہَ اِلّا ہُوَ کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلّا وَجْہَہُ، 28 اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت پکارو کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کی ذات کے ماسوا ہر شے ہلاک ہونے والی ہے۔

محمد بن عبد الوہاب نے دعا کے مسئلے میں بعض مقامات پر فرق ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ کسی صالح اور پرہیزگار شخص کو زندگی میں پکارنا جائز ہے جیسا کہ صحابہ کرام، رسول اکرم (ص) کو پکارا کرتے تھے، تاہم اس کی موت کے بعد اسے پکارنا جائز نہیں ہے۔29

لیکن یہ مبنیٰ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر اللہ کے سوا کسی غیر کو پکارنا شرک ہے تو پھر زندگی اور موت کے درمیاں فرق نہیں ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن مجید میں دونوں صورتوں میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت سے منع فرمارہا ہے، چاہے وہ معبود زندہ ہو، جیسے فرعون، یا مردہ، جیسے بعل، یعوق اور یغوث۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور کو صرف عبادت کی نیت سے پکارنا شرک ہے۔ پس دعا (پکار) اور عبادت میں کوئی ملازمہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ تکفیریوں کے یہ افکار، قرآنی تعلیمات، سنت رسول (ص)، سیرت صحابہ کرام اور اہل سنت کے پیشواؤں کے ساتھ بھی سازگار نہیں ہے۔ ذیل میں ہم اس مدعا کو بہ ترتیب مستدل طور پر پیش کرتے ہیں۔

ا۔ تکفیر، قرآنی تعلیمات کے ساتھ سازگار نہیں ہے

مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص خدا کی وحدانیت اور رسول اکرم (ص) کی نبوت اور رسالت کی گواہی دے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کی جان، مال اور آبرو محفوظ رہے گا؛ اگرچہ اس کی یہ شہادت و گواہی زبانی ہی کیوں نہ ہو، البتہ ایمان کے دائرے میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس چیز کی زبانی طور پر گواہی دے رہا ہے وہ دل میں بھی اس پر راسخ

28۔ سورہ قصص، آیہ ۸۸۔

29۔ محمد بن عبد الوہاب، کشف الشبہات، ص ۷۰۔

عقیدہ رکھے اور یہاں سے اسلام اور ایمان کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقَى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، 30 جو تمہیں صلح اور سلامتی دیتا ہے، اسے یہ مت کہہ دیا کرو کہ تو مومن نہیں ہو، اس آیہ مجیدہ میں شفاف الفاظ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا غلط ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِن قُولُوا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ، 31 بدو عرب یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ اسلام لائے ہیں کیونکہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے اور اگر تم اللہ اور رسول (ص) کی اطاعت کروگے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا کہ وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

ابن جریر اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں زہری سے نقل کرتے ہیں:

اسلام، خدا کی وحدانیت کی شہادت و گواہی دینا ہے اور ایمان، قول کے ساتھ عمل کا نام ہے، 32

علامہ زمخشری اس آیہ مجیدہ سے یہ نتیجہ نکالتا ہے، کہ "زبانی اقرار اگر دل کو مسخر نہ کرے تو وہ اسلام ہے اور اگر زبان و دل دونوں اسے قبول کرلیں تو ایمان ہے اس لئے کہ ایمان اطمینان قلب کے ساتھ محکم عقیدے کا نام ہے" 33

قرطبیّ لکھتا ہے:

"ایمان" دل کی تصدیق کا نام ہے اور "اسلام" پیغمبر اکرم (ص) کے لائے ہوئے احکامات کو ظاہری طور پر قبول کرنا ہے

30 ۔ سورہ نساء، آیہ ۹۴۔

31۔ سورہ حجرات، آیہ ۱۴۔

32۔ ابن جریر، جامع البیان جلد ۲۶، ص ۱۸۲۔

33۔ زمخشری، تفسیر کشاف، جلد ۳، ص ۵۶۹۔

اور یہی مقدار انسان کی جان کے محفوظ ہونے کے لئے کافی ہے۔34

۲۔ تکفیر، سنت نبوی (ص) کے ساتھ مخالف ہے

مسلمانوں کے کفر کا فتویٰ دینا، قرآنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ سنتِ نبوی (ص) کے ساتھ بھی سازگار نہیں ہے، اس بارے میں ہم یہاں پہ اہل سنت کی معتبر ترین کتب کے اندر موجود آحادیث میں سے فقط چند آحادیث کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ امیر المؤمنین اور جابر انصاری، رسول اکرم (ص) سے نقل کرتے ہیں:

اھل لا الہ الا اللہ لاتکفروھم بذنب ولا تشہدوا علیھم بشرک؛

"لا الہ الا اللہ" پڑھنے والوں کو گناہ کی وجہ سے تکفیر مت کرو اور ان پر شرک کی تہمت نہ لگاؤ۔35

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ نقل کرتی ہیں کہ میں نے رسول خدا (ص) سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

لاتکفروا احدا من اہل القبلۃ بذنب وان عملوا بالکبائر، اہل قبلہ میں سے کسی کو گناہ کے سبب تکفیر نہ کرو اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔36

۳۔ ابن مسعود، رسول اکرم (ص) سے نقل کرتے ہیں:

ما من مسلمين الا و بينهما ستر من الله، فاذا قال لصاحبہ كلمۃ هجرخرق ستر الله ، و اذا قال يا كافرفقد كفر احدهما، 37

سب مسلمانوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاب اور پردہ ہوتا ہے، اور جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو برے الفاظ استعمال کرتا ہے تو وہ حجاب ہٹ جاتا ہے اور جب کوئی دوسرے کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔

34۔ تفسیر قرطبی، جلد۱۶، ص۲۹۹۔

35۔ المعجم الاوسط، جلد۵، ص۹۶

36۔ مجمع الزوائد: ۱۰۶و۱۰۷.

37۔ ھمان، جلد ۱۲، ص۷۶

یہاں تک کہ بعض روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

امام بخاری؛ ابو ذر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم (ص) سے سنا ہے کہ آپ (ص) نے فرمایا:

''لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ، ان لم یکن صاحبہ کذلک '' 38 اگر کوئی شخص دوسرے کو گناہ یا کفر سے متہم کرے جب کہ وہ شخص گنہگار یا کافر نہ ہو تو وہ گناہ و کفر خود تہمت لگانے والے کی طرف پلٹے گا۔

اسی طرح عبد اللہ بن عمر، رسول اکرم (ص) سے نقل کرتے ہیں کہ آپ (ص) نے فرمایا: ''ایما رجل مسلم کفر رجلا مسلما فان کان کافرا والا کان ھو الکافر ''۔39 جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے اور وہ مسلمان کافر نہ ہو تو کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔

نیز عبد اللہ بن عمر، ایک روایت میں رسول اکرم (ص) سے ایک اور روایت میں نقل کرتے ہیں: کفوا عن اہل لا الہ الا اللہ لا تکفروھم بذنب من اکفر اہل لا الہ الا اللہ فھوا الی الکفر اقرب، 40 "لا الہ الا اللہ" کہنے والوں سے دست بردار ہو جاؤاور انہیں گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کرو۔ جو شخص اہل توحید کی طرف کفر کی نسبت دیتا ہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے ۔

۳۔ مسلمانوں کی تکفیر، صحابہ کرام کی سیرت کے ساتھ مخالف ہے

صحابہ کرام کی زندگی پر نظر دوڑانے سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام دوسرے مسلمانوں کا خاص احترام کیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں امام علی (ع) کی سیرت دیگر مسلمانوں کے لیے بطور خاص اسوہ اور نمونہ ہے۔

جب خلیفہ چہارم کے ساتھ جنگ کے دوران مخالفین نے ایک چال کے طور پر قرآن مجید نیزوں پر بلند کئے تو امام عالی مقام نے فرمایا:

38۔ صحیح بخاری، جلد ۷، کتاب الادب، باب ماینھیٰ من السباب واللعن، ص ۸۴۔

39۔ متقی ہندی، کنز العمال، جلد ۳، ص ۶۳۵۔

40۔ مجمع الزوائد، جلد ۱، ص ۱۰۶۔

میں قران ناطق ہوں اور یہ قرآن صامت (خاموش) ہے، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ان پر حملہ کرو، تو یہاں کچھ اصحاب تھے جو امام علی (ع) کے مخالف ہو گئے، جنہیں تاریخ میں خوارج کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

ان خوارج (جن کا ذکر پہلے بھی بیان ہو چکا ہے) نے اسی مسئلے اور پھر مسئلہ "حکمیت" میں امام علی (ع) اور انکے اصحاب پر کفر کا فتویٰ لگایا تو امیر المؤمنین (ع) ان کے ساتھ بہت نرمی سے پیش آئے، لہٰذا ان کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے ابن عباس کو بھیج دیا اور متقن و مستدل دلائل سے ان کے شبہات بر طرف کرنے کی کوشش کی، جس کے باعث ایک تاریخ کے مطابق دوہزار افراد اپنی ہٹ دہرمی سے باز آئے اور پشیمان ہو کر امیر المؤمنین (ع) کی فوج میں دوبارہ شامل ہوئے۔ تاہم ان میں سے بہت ایسے افراد بھی تھے جو اپنی بات پر مصر اور ڈٹے رہے تو امیر المؤمنین (ع) نے انہیں سمجھایا کہ آپ کے ہمارے اوپر ابھی بھی تین حقوق ہیں، جب تک آپ اصولوں پر پابند رہیں گے میں بھی بھی اپنے اصولوں پر کاربند ہوں۔ فرمایا:

ان لکم علینا ثلاثۃ، الا نمنعکم فیئنا ما دامت ایدیکم معنا والا نمنعکم مساجد اللہ والا نبداکم بالقتال حتی تبدءونا، 41 ہمارے اوپر آپ کے تین حقوق ہیں،؛ تمہیں بیت المال سے منع نہیں کریں گے، تمہیں عبادت کے لیے مسجدوں سے منع نہیں کریں گے، تمہارے ساتھ جنگ کی ابتداء نہیں کریں گے جب تک آپ جنگ کی ابتداء نہ کریں۔

یہی سیرت علوی رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے، امام علی (ع) اس کے باوجود کہ مقام عصمت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ خلیفہ وقت بھی تھے؛ قدرت اور طاقت بھی رکھتے ہیں؛ تاہم ان سب باتوں کے باوجود جب انہیں ایک باغی گروہ تکفیر کرتا ہے تو وہ مقابلہ بالمثل کرنے کے بجائے ایک منطقی روش آپناتا ہے، یہاں تک بیت المال سے بھی دیگر مسلمانوں کی طرح ان کا سہم اور حصہ محفوظ رکھتا ہے۔

نہ صرف امام علی (ع) بلکہ دیگر بزرگ صحابہ کرام کی روش اور سیرت بھی ایسی ہی تھی۔

امام بخاری، اپنی صحیح میں میمون بن سیاہ سے نقل کرتے ہیں کہ از انس بن مالک سے سوال کیا: مایحرم دم العبد ومالہ فقال من شھد ان لاالہ الا اللہ، واستقبل قبلتنا، وصلی صلاتنا، واکل ذبیحتنا، فھو المسلم، لہ ماللمسلم، وعلیہ ما علی المسلم'' 42 کس چیز نے خون اور مال کو حرام کیا ہے، تو اس نے کہا: خدا کی وحدانیت کی گواہی قبلہ رخ ہونا اور ہماری طرح نماز پڑھنا اور گوشت کھانا اس حیوان کا کہ جس کو ہم نے ذبح کیا ہے پس جو بھی ایسا کرے مسلمان ہے اور جو حقوق مسلمان رکھتا ہے وہ بھی رکھتا ہے۔

41۔ البدایۃ والنھایہ، جلد ۷، ص ۲۸۲

42۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب فضل استقبال، جلد ۱، ص ۳۹۳۔

۴۔ مسلمانوں کی تکفیر، اہل سنت کے پیشواؤں کی سیرت کے ساتھ سازگار نہیں ہے

اہل سنت کے کلامی اور فقہی فرقوں کے پیشوا بھی دیگر مذاہب کے لیے خاص احترام کے قائل تھے، وہ تمام تر اختلافات کے باوجود ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے تھے۔

میں یہاں اختصار کی وجہ سے صرف اہل سنت کے فقہی فرقے اور کلامی فرقے کے ایک ایک پیشوا کے قول پر اکتفاء کروں گا۔

امام شافعی کا نظریہ: امام شافعی متوفی ۲۰۴ ہجری کہتے ہیں:

''اقبل شہادۃ اہل الا ہواء الا الخطابیۃ ؛ لانہم یشھدون بالزورلموافقیھم '' 43

میں تمام اہل بدعت کی شہادت اور گواہی کو قبول کروں گا سوا خطابیہ کے کہ وہ اپنے حامیوں کے لئے جھوٹی قسم جائز سمجھتے ہیں۔

پس شہادت اور گواہی قبول کرانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطابیہ کے علاوہ دیگر تمام اسلامی فرقوں کے پیروں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور انہیں تکفیر کے ذریعہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔

ابو الحسن اشعری کا نظریہ

زاہر بن احمد سرخسی، متوفی ۳۸۹ ہجری ابو الحسن اشعری کا قریبی دوست تھا وہ نقل کرتے ہیں کہ ابو الحسن اشعری نے اپنی وفات کے وقت اپنے اصحاب و پیروؤں کو جمع کیا اور ان سے کہا:

''اشھد وا علی اننی لا اکفر احدا من اہل القبلۃ بذنب، لانی رایتھم کلھم یشیرون الی معبود واحد والاسلام یشملھم ویعمھم''، 44

گواہ رہنا کہ میں نے اہل قبلہ میں سے کسی کو گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کیا اس لئے کہ میں نے دیکھا یہ سب معبود واحد کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور اسلام ان سب کو اپنے اندر شامل کر لیتا ہے۔

نتیجہ؛

اسلام کی رو سے دائرہ اسلام میں شامل ہونے کا معیار صرف کلمہ شہادتین کا زبان پر جاری ہونا ہے، اگر کوئی شخص دوسرے مسلمانوں پر ناجائز اور بے بنیاد کفر کا فتویٰ لگائے تو یہ جائز نہیں ہے، اگرچہ انہوں نے اپنے افکار کے اثبات کے لیے چند دلایل ذکر کئے ہیں لیکن وہ تمام تر دلیلیں پوچ اور حقیقت سے دور ہیں، اس کے ساتھ ساتھ انکا یہ فعل (تکفیر) قرآنی تعلیمات، سنت رسول (ص)، سیرت صحابہ

43۔ شرح صحیح مسلم، نووی، جلد ا، ص ۶۰۔

44۔ الیواقیت والجواھر، ص ۵۸۔

کرام اور اہل سنت کے فقہی اور کلامی پیشواؤں کے اقوال کے ساتھ منافات اور مغایرت رکھتی ہے۔

1. **<u>حوالہ جات</u>**

2. قرآن کریم
3. راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق محمد سید کیلانی ،دارالمعرفہ، بیروت، بی تا.
4. حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القران الکریم، قم، مرکز نشر آثار العلامہ مصطفوی، ۱۳۸۵ھ ش۔
5. قرشی، علی اکبر، قاموس قرآن، ج4، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1381ش.
6. سبحانی ، جعفر ، آیین وہابیت ، دفتر انتشارات اسلامی ، قم ، 1364ش.
7. طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین و مطلع النیرین ، ج4 ، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، 1408ق.
8. ابن عبدالوہاب ، عبداللہ بن محمد ، فی عقائد الاسلام ، دار الافاق الجدیدہ، بیروت، 1403ق.
9. رسالہ کشف الشبہات، طبع مصر، بی تا.
10. عسکری ، مرتضی ، معالم المدرستین ، ج1 ، المجمع العلمی الاسلامی ، تہران، بی تا.
11. فقیہی ، علی اصغر ، وہابیان ، چاپ دوم ، اسماعیلیان ، تہران ، 1364ش.
12. القرعاوی، الواجبات المتحمات المعرفہ، دار المنار، بی تا.
13. غزالی، ابو حامد، فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ، ابو حامد غزالی، بیروت، دار الحکمۃ، ۱۴۰۷ھ ق۔
14. التحدیز من المجازفۃ بالتکفیر، مالکی محمد علوی، مصر، خاص، ۲۰۱۳م۔
15. ابن جریر، جامع البیان، بیروت، دار ھجر، ۱۳۸۷ھ ش۔
16. زمحشری، تفسیر کشاف، کتابخانہ دیجیتال موسسہ تحقیقات و نشر معارف اہل البیت (ع)۔
17. **ھیثمی، محمد بن ابی بکر، مجمع الزوائد** ومنبع الفوائد دار الکتاب العربی، چاپ دوم، بیروت، 1967م.
18. امام بخاری، **صحیح البخاری، ریاض**، چاپ بیت الأفکار الدولیہ للطبع و النشر، ۱۹۹۷م۔
19. **متقی ہندی**، علی، **کنزالعمال**، بیروت، مؤسسہ الرسالہ، 1413ھ
20. اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، اسماعیل بن عمر، بیروت دار الفکر، ۲۰۰۲م۔
21. نووی، شرح صحیح مسلم، بیروت، دار الفکر، چاپ دوم، ۲۰۱۱م۔
22. الشعرانی، عبدالوھاب الیواقیت والجواھر، ، القاہرہ، المطبعہ الازہریہ، ۲۰۰۵م۔
23. ھیثمی، علی بن ابی بکر، مجمع الاوسط، بیروت، دار النشر، **چاپ** اول، ۱۴۱۵ھ ق۔
24. قرطبیؒ، بن احمد انصاری، تفسیر قرطبیؒ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، چاپ دوم، 1405ھ ق۔

دائرہ

نذر حافی

یہ جون کا مہینہ ،رمضان المبارک کی راتیں ، صحرا کاسفر،راستے سنسان اور اس سفر میں عجیب سراب ہیں،جہاں نہ آب ہے اور نہ پڑاو،پیاس اتنی ہے کہ دریا کے لب بھی خشک ہیں،خوف اتنا ہے کہ گھوڑوں کی زبانیں تالوں سے چپکی ہیں،دورتک نہ کوئی درخت ہے اور نہ سایہ،خشک زمین خون کی چند بوندوں کو ترس رہی ہے۔

لوگ پابرہنہ، سر ہتھیلیوں پہ لئے گزر رہے ہیں،کتنے ہی تو بدن ایسے ہیں کہ جن پر سر ہی نہیں اور لکیر کے اُس طرف میں کھڑا ہوں۔۔۔

لکیر کے اس طرف اِک شہر ہے جہاں ہر قیمتی شے بکتی ہے،جہاں شیر نہیں بکتے بلکہ شیر اس شہر میں اپنا پیٹ پالنے کے لئے اپنے قیمتی دانت بیچتے ہیں،جہاں سانپ اپنے زہر کو باقی رکھنے کی خاطر اپنے ہی بچوں کو چاٹ جاتے ہیں،جہاں بدن تراشنے کے لئے سر کاٹ دیئے جاتے ہیں،جہاں انسان نہیں خریدے جاتے بلکہ انسانی جسم کے اعضا بکتے ہیں ،خصوصاً ہاتھ ، زبان اور آنکھیں۔۔۔

وہ ہاتھ کہ جس میں قلم اٹھانے کی طاقت ہو

وہ زبان کہ جس میں چیخنے کی صلاحیت ہو

وہ آنکھیں جو کچھ نہ کچھ دیکھ سکتی ہوں۔۔۔

ان کی قیمت کچھ زیادہ ہی لگتی ہے۔

لوگ دوڑ رہے ہیں اس بازار کی طرف اور بیچتے جارہے ہیں،اپنی آنکھیں،زبانیں،ہاتھ۔۔۔

ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی دوڑ جاری ہے اور گردش دائرے میں ہے۔یہ دائرہ عجیب دائرہ ہے،ایک دوسرے کودیکھ کر دوڑتے جانا۔۔۔

اس دائرے کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا۔

اس دائرے کا کوئی افق بھی نہیں پھر بھی مرغِ سحر مجھ سے پہلے بانگِ سحر دیتاہے اور میں گلدستہ اذاں پہ کھڑے ہو کر صبح کی تھرتھراتی ہوئی لو کے پرچم پر تھوک دیتا ہوں۔ تھوکتا بھی ہوں تو خون آلود۔

اذان دینے کے لئے ایک جرات چاہیے اور میں !

میں اس قبیلے کا فرد ہوں !

ہاں میں وہ نامرد ہوں کہ جو اپنے شہیدوں کی گمنام قبروں پر چھپ کر فاتحہ پڑھنے کا عادی ہوچکا ہے۔

میں ہر روز نماز صبح کے بعد قبرستان نہیں جاتا بلکہ اپنے تاریک کمرے کے گرد ایک دائرہ کھینچ کر چند اگربتیاں جلاتاہوں اور اپنے شہیدوں کی یاد میں چند ٹھنڈی آہیں

بھرتا ہوں اور پھر سہم جاتا ہوں کہ اگربتیوں کا دھواں کہیں دروازے سے باہر نہ چلا جائے۔

میرے کارواں میں سب حُر ہیں ،سب جانتے ہیں کہ توبہ کا وقت آپہنچا ہے، لیکن میرے سمیت سب کے سب لکیر کی دوسری جانب کھڑے ہیں اور دائرے میں ہی دوڑ رہے ہیں یعنی لشکرِ یزید سے باہر نہیں نکلتے۔۔۔

لشکرِ یزید میں دائرے سے باہر نکلنے کا خوف اتنا ہے کہ درودیوار پر چیونٹیاں رینگ رہی ہیں اور کوئی ایک حُر بھی ڈر کے مارے اونچی سانس نہیں لیتا۔۔۔

گھوڑوں کے نتھنے سی دیئے گئے ہیں اور ٹانگیں باندھ دی گئی ہیں۔۔۔

لوگوں میں اتحاد ہوگیا ہے خاموش رہنے پر، بھیک مانگ کر کھانے پر، گدائی کر کے مسجدیں بنانے پر، ظالموں کے سامنے گڑگڑانے پر۔۔۔

اب یہاں کوئی فساد نہیں ، یہاں کوئی جھگڑا نہیں ،اس شہر والوں نے ایکا کر لیا ہے دائرے میں دوڑنے پر۔۔۔

یہ لوگ دائرے سے باہر ایک قدم بھی نہیں رکھتے ۔۔۔دو قدم تو بڑی بات ہے۔۔۔

اس حالت میں جو چند روز گزرے اور لوگ دائرے میں دوڑنے کے عادی ہوگئے تو پھر لوگوں کے ہجوم میں امیرِ شہر نے امن عامہ کے بارے میں ایک لمبی تقریر کرنے کے بعد شہر کے سب سے بڑے دروازے پر یہ کتبہ نصب کروادیا "امن کے شہر میں خوش آمدید"

اب اس شہر میں تاابد جو بچہ بھی جنم لے گا وہ پُر امن ہوگا۔۔۔

اختتام

مرزا غالب کے سیاسی نظریات :۔

مرزا غالب (1797-1869) اردو زبان کے سب سے بڑے شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ عقیدے کے لحاظ سے کٹر شیعہ تھے، انہوں نے مغلیہ سلطنت کے اقتدار کے ڈوبتے سورج کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے استاد بھی تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ اتنی اہم شخصیت سیاسی حوالے سے الگ تھلگ رہی ہو البتہ حیف ہے کہ ابھی تک اتنی عظیم شخصیت کے سیاسی نظریات کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔